مارشل لاء یا مڈٹرم الیکشن

بھٹو کے خاندان میں اقتدار کی رسہ کشی

جانشین کون؟

بیوی بیٹی یا بیٹا

جو کام ہندو کئی سالوں میں نہ کر سکے ضیاء الحق نے چند سالوں میں کر دیا

جماعت اسلامی کی کھالیں

جماعت اسلامی کے ووٹ

دو سخن

یہ آخرت کا گھر ہم ان کے لئے کرتے ہیں۔ جو زمین میں تکبر نہیں چاہتے۔ اور نہ فساد اور عاقبت پرہیزگاروں ہی کی ہے۔ جو نیکی لائے۔ اس کے لئے اس سے بہتر ہے۔ اور جو بدی لائے۔ بدکام والوں کو بدلہ نہ ملے گا۔ مگر جتنا کیا تھا۔ بے شک جس نے تم پر قرآن فرض کیا۔ وہ تمہیں پھیرے جائے گا۔ جہاں پھرنا چاہتے ہو۔ تم فرماؤ میرا رب خوب جانتا ہے۔ اسے جو ہدایت لایا۔ اور جو کھلی گمراہی میں ہے۔ اور تم امید نہ رکھتے تھے کہ کتاب تم پر بھیجی جائے گی۔ ہاں تمہارے رب نے رحمت فرمائی تو تم ہرگز کافروں کی پشتی نہ کرنا۔

سورۃ القصص۔ آیت ۸۳ تا ۸۶

(کنزالایمان)

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ قرآن کریم حفظ کرنے والے کی مثال اس اونٹ کی طرح ہے جس کا ایک پیر بندھا ہوا ہو۔ اگر اس کے مالک نے اس کا خیال رکھا تو وہ رہے گا۔ ورنہ چلا جائے گا ایک اور سند سے حضرت عبداللہ بن عمرؓ کی روایت میں یہ اضافہ ہے کہ قرآن مجید پڑھنے والا اگر رات اور دن کو اٹھ کر پڑھتا رہتا ہے۔ تو قرآن مجید یاد رہتا ہے۔ ورنہ بھول جاتا ہے۔

(صحیح مسلم)

......پھر میری آنکھ کھل گئی

جناب طاہر القادری کے ٹیپ کی آواز عوام پاکستان میں وجہ بحث بنی ہوئی ہے اور مسلک اہلسنت کا وقار تار تار ہو رہا ہے، پروفیسر طاہر القادری کا نے اپنی زندگی کا مشن تبلیغ دین سے شروع کیا، منہاج القرآن کی داغ بیل ڈالی، تبلیغ دین کے سلسلہ میں ان کو داز شریف کی طرف سے کثیر مالی امداد فراہم کی گئی، شروع شروع میں پروفیسر صاحب نے اپنی صلاحیت کو بروئے کار لاکر اپنی لغو ذہانت کا ڈنکا بجوایا۔ تبلیغ دین میں ان کی ابتدائی کاوشوں کو عوام اہلسنت میں بڑی پذیرائی حاصل ہوئی۔۔ لیکن وقت گذرنے کے ساتھ ساتھ ان کے خیالات میں بھی تبدیلی رونما ہونا شروع ہوئی، متضاد خیالات کی بناء پر علمائے اہلسنت نے ان کے خلاف فتویٰ صادر کیا اور ان کے انکار کو "فتنہ طاہریہ" قرار دیا، پروفیسر طاہر القادری اگر صرف مسلک اہل سنت کی خدمت کرتے، تبلیغ دین میں اپنی توانائیاں صرف کرتے، مسلک و مذہب کا پیغام عوام الناس میں پہنچاتے، دین کے مسئلہ میں ملاوٹ سے احتراز کرتے تو ان کو پاکستان میں عزت کی نگاہ سے دیکھا جاتا، لیکن ہوس سیاست نے ان کو کہیں کا نہ رکھا اور وہ اس بلالی سے پستی میں جلد ہی گر پڑے جہاں سے اب ان کا نکلنا مشکل ہوگا۔

پروفیسر طاہر القادری نے خود کو قائد انقلاب کی حیثیت سے منوانے کے لیے بھرپور جد و جہد شروع کردی ہے، اسی سلسلہ میں انہوں نے اپنی آواز کو ویڈیو کیسٹ کے ذریعے گھر گھر پہنچانے کا انتظام بڑے سلیقہ سے کیا ہے تاکہ عوام کے ذہن کو یکسر تبدیل کر کے ان کو اپنا ہمنوا بنا سکیں انہوں نے حال میں اپنے خواب کا پورا قصہ سنایا جو ویڈیو کیسٹ میں ریکارڈ کر لیا گیا خواب کا متن یہ ہے کہ "حضور اکرم نے پاکستان میں طاہر القادری کو اپنا مستقل میزبان مقرر کر دیا ہے" داستان خواب پاکستان کے تمام معروف اور مقبول جریدوں میں چھپ چکی ہے اس لئے اس کو پھر سے دہرانا قارئین کا وقت ضائع کرنا ہوگا البتہ خواب کے چند اہم نکات ہم قارئین کے سامنے پیش کرتے ہیں ـــــ

۱۔ آقا (حضور صلی اللہ علیہ وسلم) پاکستان تشریف لے آئے۔
۲۔ حضورؐ ناراض ہیں، خفا ہیں، لوگوں کو زیارت نہیں کروا رہے ہیں۔
۳۔ سارے لوگوں کے بعد میں (طاہر القادری) تنہا اکر ادہ جاتا ہوں۔
۴۔ حضورؐ مجھے دیکھ کر مسکراتے ہیں کمرے میں آنے کی اجازت مرحمت فرماتے ہیں۔

آقا گفتگو کا سلسلہ شروع فرماتے ہیں۔

۱۔ "طاہر" میں اہل پاکستان، یہاں کے دینی مدارس اور علماء کی دعوت پر پاکستان آیا تھا۔
۲۔ انہوں نے مجھے بڑا دکھ دیا، میں ان سب سے دکھی ہو کر واپس جا رہا ہوں۔
۳۔ انہوں نے میری کوئی قدر نہیں کی، کوئی اہتمام نہیں کیا۔
۴۔ میں پاکستان چھوڑ کر جا رہا ہوں کبھی واپس نہیں آؤں گا۔

طاہر القادری فرماتے ہیں

۱۔ میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے قدموں میں گر پڑا۔
۲۔ قدمین شریفین پکڑ لیتا ہوں، چومتا ہوں، روتا ہوں، چیختا ہوں۔
۳۔ ہاتھ جوڑ کر عرض کرتا ہوں "آقا خدا کے لئے فیصلہ بدل لیجئے۔"

طاہر القادری صاحب آگے فرماتے ہیں کہ حضورؐ بار بار فرماتے ہیں کہ "میں بہت دکھی ہوں" انہوں نے مجھے بلایا تھا، میری عزت نہیں کی۔" پروفیسر صاحب فرماتے ہیں میں روتا جاتا ہوں بار بار التجا کرتا ہوں حضورؐ اپنا فیصلہ واپس لے لیں، بڑی دیر تک التجا کرنے کے بعد آقا کے مزاج میں شگفتگی آتی ہے، غصہ مبارک ٹھنڈا ہو جاتا ہے اور آقا شفقت سے فرماتے ہیں "طاہر پاکستان میں مزید ٹھہرانا چاہتے ہو تو اس کی صرف ایک شرط ہے تم اس شرط کو پورا کرنے کا وعدہ کرو، طاہر صاحب فرماتے ہیں میں نے عرض کیا "آقا فرمائیں وہ کیا شرط ہے حضور فرماتے ہیں شرط یہ ہے

۱۔ طاہر اگر تم چاہتے ہو کہ میں پاکستان میں ٹھہر جاؤں تو تم میرے میزبان بن جاؤ۔
۲۔ میں مزید سات دن پاکستان میں قیام کروں گا۔
۳۔ میرے ٹھہرنے کا انتظام بھی تمہیں کرنا ہوگا، پاکستان میں جہاں کہیں آؤں گا جاؤں گا "ٹکٹ" اور آمد و رفت کا انتظام بھی تمہارے ذمہ ہوگا ـــــ

مندرجہ بالا اقتباسات پروفیسر طاہر القادری کے ویڈیو کیسٹ کے ہیں پاکستان کے جرائد اور اخبارات میں آجکل ان کا بڑے زور و شور سے چرچا ہو رہا ہے ہر ذی فہم ان کے اس عمل پر حیران و پریشان ہے مسلک اہلسنت کو بدنام اور کمزور کرنے کے لئے دشمنوں کی کمین گاہیں کیا کم تھیں کہ طاہر القادری صاحب نے ان کو اور مواقع فراہم کر دئیے، حضورؐ کی حاکمیت کو کم کر دیا، حد تو یہ ہے کہ بقول طاہر صاحب کے حضورؐ اتنے بے بس ہیں کہ (نعوذ باللہ) ٹکٹ اور دوسرے اخراجات کے بندوبست کی ذمہ داری طاہر القادری کو سونپ رہے ہیں طاہر القادری خود اپنا احتساب کریں کہ کیا ان کا یہ طرز عمل مسلک اہلسنت کو کوئی فائدہ پہنچا رہا ہے، سیاسی مقاصد کی تکمیل کے لئے اور جلد از جلد سیاست کے زینہ پر پہنچنے کے لئے انہوں نے جو راہ اختیار کی ہے وہ مسلک مذہب کو بدنام کرنے کے مترادف ہے جمہوریت کے ناطے ہر شخص کو یہ حق ہے کہ وہ سیاست میں جہاں چاہیں دوڑیں لیکن بے لگام گھوڑے کی طرح مسلک کو تو نہ روندیں ویسے ہی مسلک مذہب کو بدنام کرنے کے لیے دشمنان اہلسنت لگے ہوئے ہیں طاہر القادری کے اس عمل سے عوام اہلسنت کی جو جگ ہنسائی ہو رہی ہے اس کا ان کے پاس کیا جواب ہے ہمارا مشورہ ہے کہ طاہر القادری سیاست سے کنارہ کشی اختیار کر کے پہلے اپنا عقیدہ درست کریں اور جب عقیدہ کا قبلہ درست کر لیں تو پھر تبلیغی میدان یا سیاسی میدان جہاں چاہیں قدم رکھیں۔ ایسے ہی خواب مرزا غلام احمد قادیانی کو نظر آتے تھے اور بعد میں انہوں نے (نعوذ باللہ) نبوت کا دعویٰ کر دیا، ہمارا مشورہ ہے کہ پروفیسر صاحب

مارشل لاء یا

مڈٹرم الیکشن

راؤ توفیق احمد

نومبر ۱۹۸۸ء کے عام انتخابات میں پاکستانی عوام کا منقسم فیصلہ سامنے آیا جس کے نتیجہ میں کسی بھی سیاسی پارٹی یا کسی سیاسی گروہ کو کوئی واضح اکثریت قومی اسمبلی میں حاصل نہ ہو سکی۔ عوام کے منقسم فیصلے کے اسباب نوعیت سے ہو سکتے ہیں لیکن خاص وجوہات دو ہیں اول یہ کہ جنرل ضیاء کے مارشل لاء کی دور میں عوام سیاسی تربیت سے محروم رہے اور ان کی قوت فیصلہ ختم ہو کر رہ گئی، دوئم ۱۹۸۵ء کے غیر جماعتی انتخابات جنہوں نے عوام کو قومی دھارے سے کاٹ کر ٹکڑوں میں بانٹ دیا ان کی سوچ کو محدود اور ان کے ذہنوں کو علاقائیت کے دائروں میں مقید کر دیا لہٰذا منقسم نتائج کے سامنے آنے کے بعد سیاسی جوڑ توڑ کا جو دور شروع ہوا وہ ہنوز جاری ہے پیپلز پارٹی اور آئی جے آئی دو بڑی سیاسی قوتوں کے طور پر ابھریں، پی پی نے مرکز صوبہ سندھ اور سرحد میں حکومتیں تشکیل دیں جبکہ پنجاب آئی جے آئی کے قبضے میں چلا گیا، بلوچستان میں پہلے آئی جے آئی اور بعد ازاں نیشنل الائنس نے حکومت بنائی جو مرکز میں سی او پی کا حصہ ہے اس طرح ملک کے دو بڑے صوبے یعنی آبادی کے لحاظ سے پنجاب اور رقبہ کے لحاظ سے بلوچستان متحدہ حزب اختلاف کے زیر نگیں آ گئے

ایسی منقسم سیاسی صورت حال کا علاج قومی حکومت کی تشکیل تھا جس پر مسلح افواج کے سربراہ جنرل مرزا اسلم بیگ شروع دن سے زور دیتے رہے ہیں، بعض مواقع پر ان کے اس خیال سے صدر مملکت غلام اسحٰق خان بھی متفق نظر آئے، مگر پی پی اور آئی جے آئی کے رہنماؤں نے ان دو بڑوں کے خیال کو درخور اعتنا نہ سمجھا اور ایک دوسرے کو نیچا دکھانے کے لئے ہر جائز و ناجائز ہتھکنڈے استعمال کرنے لگے پی پی کی قیادت نے پنجاب کی حکومت کو ختم کرنے کیلئے نوٹوں سے بھری بوریاں لاہور پہنچائیں تو آئی جے آئی کے رہنما کیل کانٹے سے لیس ہو کر صوبہ سرحد پر حملہ آور ہو گئے اس سیاسی رسہ کشی اور اقتدار کی جنگ میں دونوں نے ایک دوسرے پر کوئی ادھار نہیں چھوڑا اور ترکی بہ ترکی جواب دیا تاہم پنجاب میں پی پی کو اور سرحد میں آئی جے آئی کو صوبائی حکومتوں کو گرانے میں کوئی کامیابی حاصل نہیں ہو سکی۔

وزیر اعظم بینظیر بھٹو کی حکومت کو ختم کرنے کیلئے متحدہ حزب اختلاف قومی اسمبلی میں تحریک عدم اعتماد لے کر آئی اس تحریک کو کامیاب اور ناکام بنانے کیلئے دونوں متحارب گروپوں نے اس پیمانے پر ہارس ٹریڈنگ کی، ایسے شرمناک طریقوں سے وفاداریاں خریدی گئیں اور اس طرح ناجائز طریقوں سے وفاقی اور صوبائی حکومتوں کے ذرائع کو استعمال کیا گیا کہ قوم کا سر شرم کے مارے اقوام عالم کے سامنے جھک گیا، غیر ملکی اخباروں اور جریدوں میں جو وسیع پیمانے پر دنیا میں پڑھے جاتے ہیں ارکان اسمبلی کی قیمتوں کا تخمینہ تک واضح الفاظ میں پیش کیا گیا۔

دسمبر ۱۹۸۹ء میں جب دنیا کی دو سپر طاقتیں روس اور امریکہ عالمی سرد جنگ کے خاتمہ کا اعلان کر رہی تھیں پاکستان میں اندرونی سرد جنگ اپنے عروج پر تھی، تحریک عدم اعتماد میں ناکامی کے بعد بڑے بڑے جلسوں کی سیاست چل نکلی ہر بڑے جلسہ کو عوامی ریفرنڈم قرار دیا جانے لگا، حالانکہ ان جلسوں میں شرکاء کو جس طرح حکومتی ذرائع استعمال کر کے پورے صوبے سے جمع کیا جاتا تھا وہ سب پر عیاں تھا ان جلسوں پر عوام کا پیسہ جو عوام کی فلاح و بہبود کے لیے خرچ ہونا چاہیئے تھا بے دریغ خرچ کیا گیا ان جلسوں میں عوام کی سیاسی تربیت کرنے اور انہیں مثبت اور تعمیری نعرے دینے کے بجائے ایک دوسرے پر کیچڑ اچھالا گیا۔ ذاتیات پر حملے کیے گئے اور ملک و قوم کی رسوائی کے پورے پورے سامان کیے گئے جلسہ و جلوس کے شوق میں ۲۳ مارچ کے قومی دن کو بھی

پی پی پی کی قیادت نے پنجاب حکومت کو ختم کرنے کے لئے نوٹوں سے بھری بوریاں لاہور پہنچائیں تو آئی جے آئی کے رہنما کیل کانٹے سے لیس ہو کر صوبہ سرحد پر حملہ آور ہو گئے ـــــ؟

معاف نہیں کیا گیا، پی پی نے ۲۰ مارچ کو لاہور میں جلسۂ عام کیا اور اس دن عام تعطیل کا اعلان کرکے ۲۳ مارچ کے دن کی اہمیت کو کم کرنے کی لاحاصل سعی کی کیونکہ ۲۳ مارچ کو نواز شریف اپنا جلسہ عام کر رہے تھے، پی پی نے ۲۰ مارچ کے جلسہ کو کامیاب بنانے کے لئے پاکستان ریلوے کو دل کھول کر استعمال کیا، سرحد اور سندھ سے مفت بسیں چلوائی گئیں، اس دوران ہردو صوبوں کے غریب عوام کو بسوں کی قلت اور سفری دشواریوں کا سامنا کرنا پڑا۔

اسی طرح سے نواز شریف صاحب نے ۲۳ مارچ کو لاہور میں مینار پاکستان کے زیر سایہ جو جلسہ عام کیا اسے پرہجوم بنانے کے لئے آٹھ ہزار بسوں میں صوبہ سرحد اور صوبہ پنجاب کے دور دراز علاقوں سے لوگوں کو بھر بھر کر لاہور لایا گیا۔ مصنوعی طریقے سے لوگوں کو اکٹھا کرنے اور واپس بھیجنے کے سبب دونوں جلسوں کے بعد لاہور میں تقریباً تین دن ٹریفک جام رہا اور لاہوریوں کے لئے سخت پریشانی کا باعث بنا رہا۔

جلسوں کی سیاست کے اسی دور میں سی او پی نے ۲۶ جنوری کو کراچی میں جلسۂ عام کیا، یہ جلسہ فی الحقیقت ایم کیو ایم کی طاقت کا مظاہرہ تھا، اس جلسے نے اور اس جلسے میں کی گئی تقاریر نے صوبہ سندھ کی شورش زدہ فضا کو مزید مکدر کر دیا، اس جلسے کا قدیم سندھیوں میں ردعمل ہونا فطری بات تھی، پرانے اور نئے سندھیوں میں پہلے سے پیدا شدہ اختلافات کی خلیج کو اس جلسہ نے مزید وسیع کر دیا، اس جلسہ پر کراچی اور حیدرآباد کے عوام کا پیسہ بے دریغ خرچ کیا گیا مگر یہ جلسہ انہیں دکھوں اور عداوتوں کے سوا کچھ نہ دے سکا اس جلسہ کی کامیابی پر کراچی کے جرمیے نے بڑی بغلیں بجائی تھیں مگر جب اس کے منفی اثرات کراچی اور حیدرآباد کے عوام پر پڑے تو وہ ماتمی رپورٹیں شائع کرنے کے علاوہ کچھ نہ کر سکا، آج بھی وہ کراچی اور حیدرآباد کے عوام کو سیدھا راستہ دکھلانے کے بجائے ان کے جذبات سے کھیل کر اپنی اشاعت بڑھانے کی تگ و دو میں لگا ہوا ہے۔

ایسی ہی ایک کوشش چیف آف آرمی اسٹاف کے جذبات سے کھیل کر کی گئی ہے کیا کرنا چاہئیے کیا نہیں کرنا چاہئیے یہ جنرل مرزا اسلم بیگ بخوبی سمجھتے ہیں اختیارات چھین لینے کی ترغیب دینا مارشل لاء کو دعوت دینا ہے اور مارشل لاء ایک نظام کی حیثیت سے کسی بھی ملک کیلئے بہتر ثابت نہیں ہوتا، جیسا کہ مشہور مورخ لیو مفورڈ نے کہا ہے کہ

" ANY FOOL CAN SOLVE THE PROBLEMS OF GOVERNMENT THROUGH MARTIAL LAW, BUT THIS FOOL CANNOT BE REGAR-DED BACK AS A PROCESS OF GOVERNMENT."

پاکستانی معاشرے کی بیشتر برائیاں مارشل لاء ہی کی دین ہیں اسلئے کوئی ذی شعور پاکستانی مارشل لاء کی حمایت نہیں کر سکتا۔ ہاں یہ مخصوص خراب حالات
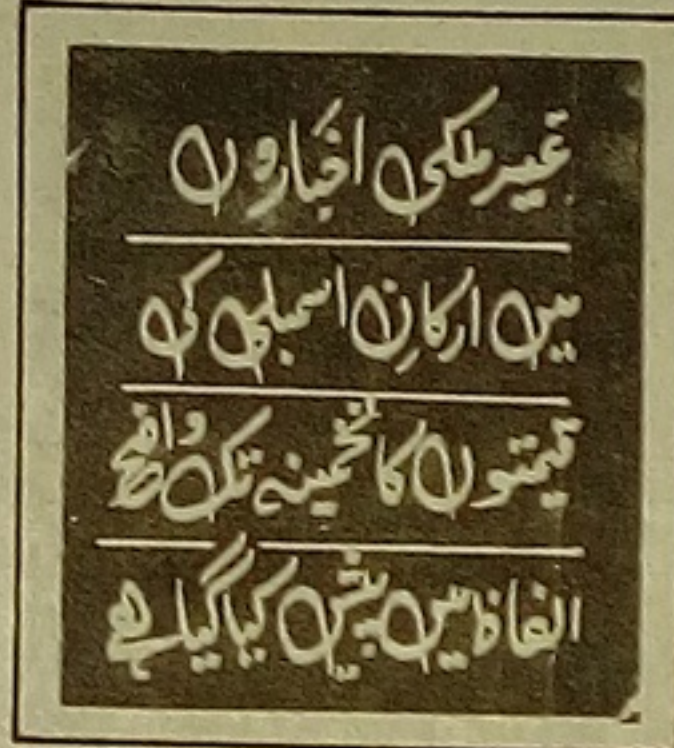
کا مخصوص علاج ضرور ہے بالکل اسی طرح جیسے مریض کی جان بچانے کے بڑا اور خطرناک آپریشن ضروری ہو جاتا ہے اگر خدانخواستہ کبھی اس کی ضرورت پڑی تو جنرل مرزا اسلم بیگ اسے فرض سمجھ کر اسی طرح ادا کریں گے جسطرح وہ ملک کی سرحدوں کی حفاظت کا فرض سے عہدہ برآں ہو رہے ہیں تاہم جمہوریت سے ان کا کمٹمنٹ قابل صد آفرین ہے۔

بھارتی وزیراعظم وی پی سنگھ کراچی اور حیدرآباد کی اردو بولنے والی آبادی سے اظہار ہمدردی میں جو بیانات دے رہے ہیں انہیں نظر انداز نہیں کیا جانا چاہئیے کیونکہ کوئی بھی جنگجو حکمراں جب کسی پڑوسی ملک پر حملہ آور ہوتا ہے تو وہاں کے عوام سے ہمدردی کا اظہار کرتا ہے، ہٹلر کا یہی طریق کار تھا، فوج کے بل بوتے پر چھوٹے ہمسایہ ممالک کے معاملات میں مداخلت بھارت کی پرانی روش ہے ۱۹۷۱ء میں بھارتی افواج نے مشرقی پاکستان کے علیحدگی پسندوں کو پہلے تو جنگ کی تربیت دی اور پھر عملی طور پر خود جنگ میں شریک ہو گئیں، جس کے نتیجہ میں مشرقی پاکستان بنگلہ دیش بن گیا تاہم پاکستان کا نام دنیا کے نقشے سے مٹانے کی بھارتی خواہش پوری نہ ہو سکی اس لئے اس کی ریشہ دوانیاں جاری ہیں، جنوبی ایشیا کے علاقے میں پاکستان ہی وہ واحد ملک ہے جو بھارت کی بالادستی اور غلبہ کے سامنے آہنی دیوار بن کر کھڑا ہوا ہے۔

بھارتی حکومت کی فوجی تیاریوں پر نظر ڈالی جائے تو بھارت کے منصوبوں کی قلعی کھل جاتی ہے، ایسا لگتا ہے کہ بھارت پر فوجی طاقت بڑھانے کا جنون سوار ہے بھارت کا دعوی ہے کہ اس کی بڑی جنگی مشقیں اور فوجی تیاریاں چین کے ممکنہ حملے کے خطرے سے نمٹنے کے لئے کی گئی ہیں جبکہ عملی طور پر بھارتی افواج کا اجتماع پاکستان کی سرحدوں پر ہے بھارتی افواج کے بیشتر اڈے بھی پاکستان کی سرحدوں کے ساتھ ساتھ ہی بنائے گئے ہیں بھارتی بحریہ ایٹمی آبدوزوں سے لیس ہو چکی ہے جنہیں کارروائی کرنے کے لئے سطح آب پر آنے کی ضرورت نہیں بھارت اپنی بحری قوت کے بل پر خلیج سے لے کر افریقہ کے ساحلوں تک اور انڈونیشیا سے لے کر آسٹریلیا تک کے سمندروں پر غلبہ حاصل کرنے کی جستجو میں لگا ہوا ہے۔

ان حالات میں اندازہ لگایا جا سکتا ہے کہ پاکستان کو بھارت کی جانب سے کتنا بڑا چیلنج درپیش ہے پاکستان کے خلاف بھارت کے عزائم کبھی پوشیدہ نہیں رہے کشمیر بھارت کے لیے ایک ایسی دلدل ثابت ہو رہا ہے جس میں جتنا وہ ہاتھ پاؤں مار رہا ہے اتنا ہی دھنستا چلا جا رہا ہے اس کی کوئی تدبیر کارگر ثابت نہیں ہو رہی ہے گورنروں کی تبدیلی، صوبائی حکومت کا خاتمہ، گورنر راج اور پولیس اور فوج کو ہر قسم کی سختی روا رکھنے کے اختیار دینے کے باوجود وہ آزادی کے طالب کشمیریوں کے حوصلے پست کر دینے میں ناکام رہا ہے ان حالات کا تسلسل جاری رہا جن کے جاری رہنے کی قوی امید ہے کیونکہ کشمیریوں کا جذبۂ آزادی سرد ہوتا دکھائی نہیں دیتا تو بھارت مایوسی کے عالم میں پاکستان پر حملہ آور ہو سکتا ہے یہی وجہ ہے کہ دنیا کے سات دولتمند ممالک کے سربراہوں نے اپنی ایک حالیہ کانفرنس میں پاکستان اور بھارت کے درمیان جنگ کے امکان کے خطرے پر گہرے خدشے کا اظہار کیا ہے۔

بھارت کے علاوہ پاکستان کو سوویت یونین اور افغانستان کی مخالفت کا بھی سامنا ہے افغانستان میں

بھارتی لابی پاکستان کے خلاف سرگرم عمل ہے افغانستان سے پسپائی کی ذلت اٹھانے کے بعد روس پاکستان کے خلاف ادھار کھائے بیٹھا ہے امریکہ پاکستان کا قریبی حلیف ہے مگر وہاں کی حکومت ہندوستان کو خوش کرنے میں لگی رہتی ہے ایسے دلخراش حالات میں۔ پاکستان کی حزب اختلاف اور حزب اقتدار پر ملکی آزادی قومی بقا اور جمہوریت کے تحفظ کی دہری ذمہ داری عائد ہوتی ہے۔

پاکستان کی نوزائیدہ جمہوریت کو سندھ کے ابتر حالات سے سب سے زیادہ خطرہ لاحق ہے۔ سندھ کا زہر پاکستان کے پورے جسد سیاسی میں سرایت کرتا جا رہا ہے۔ اسکے بداثرات ہر جگہ محسوس کئے جا رہے ہیں سندھ سے نقل مکانی کر کے پنجاب جانے والے لوگوں کی تعداد خواہ کتنی بھی کم یا زیادہ ہو اس کے برے اثرات مرتب ہونا لازمی امر ہے اسی طرح اندرون سندھ سے شہروں اور شہروں سے اندرون سندھ دیہاتوں میں نقل مکانی مسلم قومیت کے ضعف کا باعث بنے گی جو پاکستانی قومیت کی بنیاد ہے۔

ناجائز اسلحہ نکلوانے کے لیے جے یو پی (اوورسیز) کے صدر شاہ محمد جیلانی صدیقی نے ایک جامع منصوبہ پیش کیا تھا جو روزنامہ "جنگ کراچی" اور "احوال" میں شائع ہوا تھا مگر حکومت سندھ نے ایسی مخلصانہ اور مفید تحریروں کو درخور اعتنا نہ سمجھا اور ناجائز اسلحہ کی بازیابی کے لیے حیدر آباد کے پکے قلعہ پر نہایت بھونڈے انداز سے آپریشن کلین اپ کیا گیا جس نے سندھ کے حالات میں بہتری پیدا کرنے کے بجائے مزید ابتری پیدا کر دی۔ غیر ذمہ دارانہ بیانات نے جلتی پر تیل کا کام کیا۔ ذمہ دار وفاقی وزیر کے منہ سے محب وطن شہریوں کی رہائش گاہ کو شیطانی قلعہ قرار دینا اور اسے زمین بوس کرنے کا عندیہ دینا کہاں کا انصاف ہے؟ حالات قابو سے باہر ہونے تو سول انتظامیہ کی مدد کے لیے فوج کو طلب کیا گیا مگر اسے ضروری آئینی اختیارات دینے کے بجائے پولیس کا کردار سونپ کر چوکیدار بنا دیا گیا وہ فوجی جنہیں سرحدوں پر دشمن کی نقل و حرکت پر نظر رکھنا تھی آج شہروں میں چوکیداروں کے فرائض انجام دے رہے ہیں اس پر وزیر اعظم صاحبہ کہتی ہیں کہ سندھ کا مسئلہ ایسا نہیں جس پر قابو پا لیا جائے جبکہ فوج

عوام اس حد تک پریشان ہو گئے ہیں کہ جمہوریت سے ان کا اعتقاد ہی متزلزل ہو گیا اور اب وہ تیسری قوت کی طرف دیکھ رہے ہیں!

کے سربراہ جنرل اسلم بیگ کہتے ہیں کہ فوج کو قانونی اختیار مل جائے تو وہ سندھ میں کم سے کم مدت میں مکمل امن و امان بحال کر دے گی۔ ہم سیاسی کے تعاقب کے حامی نہیں بلکہ خرابی کی جڑ پر ضرب لگانے اور اسے ہمیشہ کے لیے ختم کر دینے کے قائل ہیں۔

اس واضح یقین دہانی کے بعد فوج کو آئینی اختیارات دینے میں کیا تامل ہے۔ جبکہ سندھ کا مسئلہ پاکستان کی بقا کا مسئلہ بن چکا ہے وزیر اعظم بے نظیر بھٹو یہ سمجھتی ہیں کہ فوج کو اختیار دینے سے مارشل لاء کی راہ ہموار ہو جائے گی لیکن جب ملک کی بقا کا سوال درپیش ہو تو اس قسم کے خدشات کوئی اہمیت نہیں رکھتے فوج اسی صورت میں کوئی موثر کردار ادا کر سکتی ہے جب اسے مشکوک افراد کی تلاشی لینے انہیں گرفتار کرنے اور ان پر مقدمہ چلا کر انہیں سخت سزا دینے کا اختیار حاصل ہو۔ آئین کی دفعہ ۲۴۵ کی شق ۳ کے تحت فوج کو جس علاقہ میں امن و امان کی بحالی کے لیے طلب کیا گیا ہو اس علاقہ میں فوج کی موجودگی تک ہائی کورٹ کے دفعہ ۱۹۹ کے اختیارات معطل رہتے ہیں یہ بلاشبہ ایک نازک مسئلہ ہے کیونکہ اس سے عدلیہ کی آزادی پر زد پڑتی ہے۔ دراصل پیپلز پارٹی کے سابقہ دور حکومت میں ہی ساتویں آئینی ترمیم کے تحت آئین کی دفعہ ۲۴۵ میں شق ۳ کا اضافہ کیا گیا تھا۔

خلیج ٹائمز کے مطابق وزیر اعظم بے نظیر بھٹو نے دھمکی دی ہے کہ اگر فوج نے سندھ میں امن و امان بحال کرنے کے لیے سول انتظامیہ کی مدد نہیں کی تو وہ مستعفی ہو جائیں گی۔ انہوں نے صدر غلام اسحٰق خان پر واضح کیا کہ نو ہزار پولیس کی نفری نوے لاکھ کی آبادی والے شہر کراچی میں دہشت گردی اور تشدد کو روکنے کے لیے ناکافی ہے۔ اخبار کا کہنا ہے کہ چیف آف آرمی جنرل بیگ نے بادل نخواستہ سندھ سول انتظامیہ کی مدد کے لیے فوجی جوان بھیج دیئے لیکن وہ مکمل امن کی بحالی کے لیے مکمل قانونی اختیار یعنی فوجی عدالتوں کے قیام پر مسلسل زور دے رہے ہیں۔

مرکزی حکومت اور فوج کے اختلافات سے متعلق ان خبروں سے ان افواہوں کو تقویت ملتی ہے جن کے مطابق ملک ایک اور مارشل لاء کی گرفت میں جانے والا ہے۔ ان افواہوں کے سرچشمہ کا پتہ نہیں چلتا تاہم یہ افواہیں ملک کے طول و ارض میں گردش کر رہی ہیں یہ افواہیں ۲۶ اور ۲۷ مئی کے حیدر آباد کے سانحہ کے بعد شروع ہوئیں اور ان کا خاص مرکز کراچی ہے۔

دریں اثنا وزیر اعظم محترمہ بے نظیر بھٹو نے ملک میں چوتھے مارشل لاء کے نفاذ کے امکان کو مکمل طور پر مسترد کیا ہے۔ فوج کے اعلیٰ افسران اس معاملہ میں بالکل خاموش ہیں شاید فوج خود کو اس

جلسوں کی سیاست چل نکلی، ان میں ایک دوسرے پر کیچڑ اچھالا گیا، ذاتیات پر حملے کیے گئے اور ملک و قوم کی رسوائی کے پورے پورے سامان کیے گئے

سندھ کا زہر پاکستان کے پورے جسم میں سرایت کرتا جا رہا ہے

بحث میں الجھانا نہیں چاہتی۔ فی الحال اس نے سول انتظامیہ کو یہ واضح اشارہ دے دیا ہے کہ ڈاکوؤں اور دہشت گردوں کے خلاف آپریشن کلین اپ میں وہ اس وقت تک ساتھ نہیں دے سکتی جب تک اسے قانونی اختیار نہ سونپ دیا جائے۔

نوابشاہ، جمہوریت کو دوبارہ ... وفاقی حکومتوں کے چیلانے ہوئے کرپشن سے مرکزی اور صوبائی حکومتیں نیز اسمبلیوں کے اراکین جمہوریت کے پودے کی آبیاری کرنے میں بری طرح ناکام رہے ہیں جس بے ضمیری سے ان لوگوں نے وفاداریاں تبدیل کی ہیں اس نے جمہوریت کو رسوا کرنے میں کوئی کسر نہیں چھوڑی، صدر غلام اسحاق خان نے وفاداریاں بدلنے والوں کو خائن کہا مگر انہی خائن لوگوں سے بطور وزیر انہیں حلف لینا پڑا۔ مرکز اور پنجاب محاذ آرائی سے ترقی کا عمل رک گیا۔ لوٹ کھسوٹ، نوازشوں اور بنک قرضوں نے ملکی خزانے کو آدھا کر دیا۔ ٹین پرسنٹ اور ہنڈریڈ پرسنٹ کی اصطلاحیں سننے میں آئیں خزانے کی کمی پوری کرنے کے لیے غریب عوام پر ٹیکسوں کی بھرمار کر دی گئی۔ امن و امان کی ابتری نے رہے سہے صنعتی اداروں کو تباہ کر دیا بے روزگاری پہلے ہی بہت تھی اپنے عروج پر پہنچ گئی اغوا، تاوان اور ڈاکہ زنی کا ایسا لامتناہی سلسلہ شروع ہوا کہ تاجر برادری کو بھی سڑکوں پر آنا پڑا۔ اس پر ستم بالائے ستم یہ کہ سندھ میں لسانی، نسلی اور گروہی فسادات نے عوام کی کمر توڑ کر رکھ دی۔ جیسا کہ پہلے عرض کیا گیا ہے کہ سندھ کا مسئلہ دراصل پاکستان کا مسئلہ ہے سندھ کا اثر پورے ملک پر پڑ رہا ہے۔ سارے ملک کے عوام برسراقتدار گروہوں کے ہاتھوں اس حد تک پریشان ہوتے ہیں کہ جمہوریت پر ان کا اعتماد ہی متزلزل ہو گیا۔

عوام کے بدلتے ہوئے موڈ، سرحدوں پر اٹھتے ہوئے خطرات اور شاید فوج کے دباؤ کے تحت پی پی اور آئی جے آئی نے قومی حکومت کی تشکیل کے لیے سلسلہ جنبانی شروع کیا جو سنانے کہ نواز شریف کے اس غیر منطقی مطالبہ کی وجہ سے آگے نہ بڑھ سکا کہ وہ قومی حکومت میں پی پی کی موجودہ خواتین قیادت کو قبول نہیں کریں گے۔ اس کے بعد ورکنگ ریلیشن شپ کی بات شروع ہوئی مگر لگتا ہے کہ اس کی بیل بھی منڈھے نہیں چڑھے گی کیونکہ ایک جانب تو مصالحت کے لیے تحقیقات وتشکیل کرنے والی کمیٹی اپنی کوشش کر رہی ہے مگر دوسری جانب پیپلز پارٹی پنجاب حکومت کے خلاف جلوس نکال رہی ہے اور اس جلوس پر پنجاب پولیس ڈنڈے برسا رہی ہے پولیس نے خواتین کو بھی تشدد کا نشانہ بنانے سے گریز نہیں کیا۔ اور شرکائے جلوس نے بھی توڑ پھوڑ میں کمی نہیں چھوڑی دونوں پارٹیوں میں ایسے انتہا پسند گروہ موجود ہیں جو کسی قسم کی مصالحت کو پسند نہیں کرتے ان حالات میں مرکز اور پنجاب میں ورکنگ ریلیشن شپ قائم ہونا مشکل ہی نہیں محال نظر آتا ہے۔
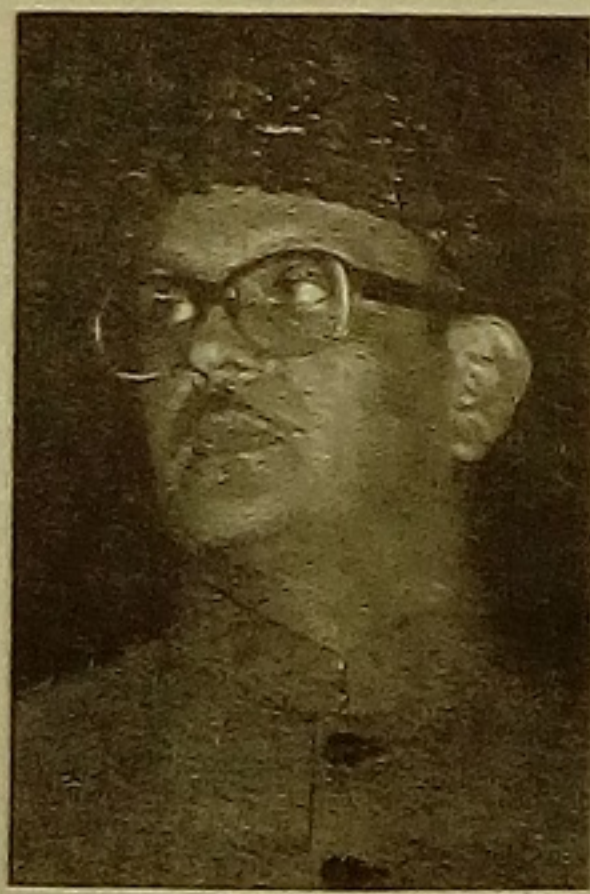
کوئی بھی جنگجو حکمران جب کسی پڑوسی ملک پر حملہ آور ہوتا ہے تو وہاں کے عوام سے اظہار ہمدردی کرتا ہے، ہٹلر کا یہی طریقہ کار تھا۔

کچھ سیاسی حلقے یہ مطالبہ کر رہے ہیں کہ موجودہ اسمبلیوں کو توڑ کر مڈٹرم الیکشن کرائے جائیں "جنگ قومی یکجہتی کانفرنس" میں بھی یہ مطالبہ سامنے آیا ہے تحریک استقلال کے نائب صدر سید ظفر علی شاہ نے واضح الفاظ میں کانفرنس میں کہا کہ "موجودہ اسمبلیاں توڑ دی جائیں اور نگران حکومت بنائی جائے" وزیراعظم بے نظیر بھٹو یہ بات پہلے ہی کہہ چکی ہیں کہ مڈٹرم الیکشن کی ضرورت ہو تو وہ مڈٹرم الیکشن کروانے اور ایک بار پھر عوام میں جانے کے لیے تیار ہیں۔

سابق وزیراعظم پاکستان محمد خان جونیجو نے بھی کہا ہے کہ سندھ کی صورت حال ایک سنگین نوعیت اختیار کرتی جا رہی ہے اور موجودہ حکومت نے عوام کی بہتری کے لیے کوئی کام نہیں کیا بلکہ کرپشن اور اقربا پروری کو فروغ دیا ہے۔ انہوں نے مزید کہا کہ حکمران پارٹی اقتدار میں رہنے کے لیے ملکی سالمیت اور بقا کو داؤ پر لگا رہی ہے لہٰذا ملک میں درمیانی مدت کے انتخابات کا انعقاد ضروری ہو گیا ہے

دریں اثنا پیپلز پارٹی کے ایک ترجمان نے الزام لگایا ہے کہ ملک میں دوبارہ مارشل لاء لگا تو اس کی ذمہ دار حزب اختلاف ہو گی اس سے پیشتر پیپلز پارٹی کے رہنما اور رکن قومی اسمبلی خلیق الزماں اپنے ایک اخباری بیان میں کہہ چکے ہیں کہ مارشل لاء لگا تو ذمہ دار وزیراعظم ہوں گی۔

بہرکیف پاکستان کے عوام بیروزگاری، مہنگائی، کرپشن، ڈاکہ زنی، عدم تحفظ، دہشت گردی، تشدد اور لسانی و نسلی فسادات کے ہاتھوں اتنے تنگ آ گئے ہیں کہ اب وہ کھوٹے سکے کے دو رخ یعنی پی پی اور آئی جے آئی کے علاوہ تیسری طاقت کی طرف دیکھ رہے ہیں جو موجودہ عذاب سے انکی جان چھڑائے، وہ تیسری طاقت مارشل لاء کی شکل میں فوج ہو یا مڈٹرم الیکشن کے نتیجے میں ابھرنے والی تیسری سیاسی قوت ہو۔

بابو رمضان۔ نمائندہ احوال (حیدرآباد)

کراچی ایکسپریس اور حیدرآباد کے حادثات کا آنکھوں دیکھا حال

حیدرآباد سندھ کا ایک ایسا بدقسمت شہر ہے جہاں انسانی جانوں کی کوئی قیمت نہیں ان کی معصوم جانیں کبھی انتظامیہ کے بھونڈے پن کا شکار ہو جاتی ہیں تو اکثر و بیشتر دہشت گرد ایک ہنستی کھیلتی آبادی کو ملبے کا ڈھیر بنا کر چلے جاتے ہیں پکا قلعہ میں آپریشن کے دوران جاں بحق ہونے والے شہیدوں کا غم مندمل بھی نہیں ہوا تھا کہ ۵ا جولائی کو حیدرآباد کے مختلف علاقوں میں یکے بعد دیگرے تسلسل سے بم پھٹنا شروع ہوئے۔ بم پھٹتے ہی سارا شہر، شہر خموشاں بن گیا۔ دہشت گردوں کا نشانہ حیدرآباد کی گنجان آبادی تھی۔ مارکیٹ ٹاور، پھلوڑی گلی، پھلیلی، نیو کلاتھ مارکیٹ اور حالی روڈ بس اسٹینڈ پر بموں کے زبردست دھماکے ہوئے۔

نمائندہ احوال فوراً ہی جائے حادثات پر پہنچا شہر میں بم پھٹتے ہی سارا شہر لرز اٹھا اور افراتفری مچ گئی۔ خوف و ہراس کی وجہ سے لوگ سڑکوں پر بھاگنے لگے۔ قیامت صغریٰ کا منظر تھا بم کے دھماکوں کے متعلق مختلف اطلاعات موصول ہوئیں۔ بعض کا کہنا ہے کہ تمام بم ایک مقررہ وقت یعنی ایک بجے پھٹے۔ بعض لوگوں کے متعلق ایک بم اور دوسرے بم کے پھٹنے میں تھوڑا تھوڑا وقفہ تھا۔ صورت حال جو بھی ہو لیکن یہ بات یقینی ہے کہ بڑے منظم پیمانہ پر دہشت گردی کی گئی۔ بم کے دھماکوں سے لوگوں کے پرخچے اڑ گئے۔ انسانی اعضاء دور دور تک بکھر گئے۔ ہلاک ہونے والوں میں مرد، بوڑھے اور بچے شامل ہیں بموں کی طاقت و قوت کا اندازہ اس سے لگایا جا سکتا ہے کہ جس جگہ بم پھٹے وہاں کئی فٹ گڑھے پڑ گئے۔ تخریب کاروں نے شہر حیدرآباد ہی میں گھناؤنا کھیل نہیں کھیلا بلکہ ٹرین سے سفر کرنے والے مسافروں کا خون بھی ان کی خونی پیاس کی تسکین کا سبب بنا واقعات کے مطابق جب کراچی ایکسپریس حیدرآباد سے روانہ ہوئی تو اللہ ڈنو ساند کے مقام پر بوگی نمبر ۱۳ میں زبردست بم کا دھماکہ ہوا۔ بوگی نمبر ۱۳ حیدرآباد ریلوے اسٹیشن کے داخل ہونے والے گیٹ کے بالکل پاس کھڑی ہوتی ہے۔ دہشت گردوں نے بڑی آسانی کے ساتھ اس بدقسمت بوگی کو اپنی دہشت گردی کا نشانہ بنایا۔ حیدرآباد میں بموں کے دھماکوں سے قرب و جوار میں واقع دکانوں، ہوٹلوں، ٹھیلے لگانے والوں، راہگیروں اور کاروبار کرنے والوں کے پرخچے اڑ گئے۔ دھماکوں سے

> **ان بھارتی تخریب کاروں کا مقصد دفاعی لائن کاٹنا تھا۔ اس سے بھارت کے تخریبی عزائم کا پتہ چلتا ہے**

آتش زدہ دکانوں کے شٹرز اور موٹر سائیکلوں کے ٹکڑے بکھر بکھر کے دور جا گرے۔ بکھرے ہوئے انسانی اعضاء کو فوج کے جوان پلاسٹک کے تھیلوں اور ڈبوں میں جمع کر رہے تھے۔ سانحہ کے بعد حیدرآباد شہر میں مختلف سماجی اداروں کی ٹیموں نے امدادی کاموں میں حصہ لیا۔ دھماکہ سے کراچی ایکسپریس کی ایک پوری بوگی تباہ ہو گئی۔ ۱۲ افراد جاں بحق ہو گئے۔ حیدرآباد کے مختلف علاقوں میں جاں بحق ہونے والوں کی تعداد ۵۰ سے اوپر ہے۔ ۲ سو سے زیادہ زخمیوں کو مختلف اسپتالوں میں لایا گیا۔

نمائندہ احوال نے حیدرآباد میں ہونے والے دھماکوں میں زخمی ہونے والے مختلف علاقوں کے زخمیوں عمران، سعید اور ناصر سے ملاقات کی۔ ناصر نے بتایا کہ جس وقت بم پھٹا تو ایسا لگا کہ زلزلہ آگیا ہے اور لوگ افراتفری کے عالم میں ادھر اُدھر بھاگنے لگے۔ میرے پاؤں میں جب کوئی چیز لگی تو میں جھٹکے کے ساتھ گر گیا۔ لمحہ بھی کے اندر میں نے خون کے فوارے چھوٹتے دیکھے انسانی گوشت کے لوتھڑے اور ان کے اعضاء فضاؤں میں بکھر گئے۔ ایک شخص کے دونوں بازو میں نے اڑتے ہوئے دیکھے۔ ایک لاش دیکھی جس کا سر غائب تھا۔ یہ دلسوز منظر مجھ سے نہ دیکھا گیا میں بے ہوش ہو گیا۔ مجھے ہوش اسپتال میں آیا۔ اسماعیل کا کہنا ہے کہ وہ اپنے دوست سے بات کر رہا تھا کہ یکایک دھماکہ اور دھواں اٹھا۔ میں بُری طرح زخمی ہو گیا میں صرف لوگوں کی آہ و بکا سن سکتا تھا۔ رینگتے ہوئے میں نے جائے واردات سے بھاگنے کی کوشش کی تو ہر طرف لاشیں ہی لاشیں بکھری پڑی تھیں۔ خون کا دریا بہہ رہا تھا۔ میں آگے نہ بڑھ سکا۔ اور نیم بے ہوشی میں وہیں پڑا رہا آپ مجھ سے کچھ نہ پوچھیں وہ رو رہا تھا۔ اور کچھ کہنے سے قاصر تھا اس نے پوچھا "میرا دوست کہاں ہے"

حادثات کے فوراً بعد تمام ہسپتالوں میں ایمرجنسی نافذ کر دی گئی۔ مساجد سے اعلانات ہوتے اور خون دینے والوں کا تانتا بندھ گیا۔ دھماکوں کے بعد شہر حیدرآباد میں فوج کی نفری بڑھا دی گئی ہے۔ سول ہسپتال زخمیوں سے بھرا پڑا تھا۔ جہاں کہرام مچا تھا۔ عورتیں اور مرد زار و قطار رو رہے تھے اور حکومت سندھ کو بُرا بھلا کہہ رہے تھے۔

اطلاعات کے مطابق جساف نے ۳۰ ستمبر ۸۸ء کے مرکزی ملزم قادر مگسی کی گرفتاری کے خلاف اتوار کو ہڑتال کی تھی۔ صبح ہی سے جئے سندھ کے سرگرم کارکنوں نے فائرنگ کر کے دکانداروں اور دیگر افراد سے زبردستی ان کا کاروبار بند کرنے پر مجبور کر دیا تھا۔ حیدرآباد کے شہریوں کا کہنا ہے کہ جب شہر میں کشیدگی کی فضا تھی اور سماج دشمن عناصر دندناتے پھر رہے تھے تو ان پر کڑی نظر کیوں نہیں رکھی گئی۔ فوج کے ہوتے ہوئے ایسے ہولناک حادثات کا رونما ہونا فوج کے لئے ایک چیلنج ہے بحوت سندھ امن و امان قائم کرنے کے سلسلے میں سنجیدہ نہیں

باقی ص۴۱ پر

> **جس وقت بم پھٹا، ایسا لگا زلزلہ آگیا لوگ افراتفری کے عالم میں اِدھر اُدھر بھاگنے لگے!**

بھٹو کے

خاندان میں اقتدار کی رسہ کشی - جانشین کون؟

بیوی، بیٹی یا بیٹا

پاکستان کے صوبہ سندھ کی یہ قدیم قبائلی روایت ہے کہ باپ کے بعد اس کا بیٹا جانشین ہوتا ہے بھٹو قبیلہ بھی سرزمین سندھ کے اس روایتی رسم و رواج سے مستثنیٰ نہیں ہے۔ اس لحاظ سے بھٹو قبیلے کے ایک فرد جناب ذوالفقار علی بھٹو (جن کو بھٹو قبیلے کے سردار نبی بخش بھٹو نے بھٹو قبیلہ کا ایک معزز فرزند قرار دیا تھا) کا جانشین ان کو بیٹا ہونا چاہیئے تھا۔ ذوالفقار علی بھٹو چونکہ ایک بڑے سیاست دان اور ملک کے وزیر اعظم تھے لہٰذا ان کی سیاسی جانشینی ان کے فرزند مرتضیٰ بھٹو کے حصہ میں آنی چاہیئے تھی مگر اسے گردش زمانہ کہئے یا شعوری کوشش کہ یہ جانشینی ان کی بیٹی بے نظیر بھٹو کے حصہ میں آگئی۔

کچھ سیاسی مبصروں کا خیال ہے کہ ذوالفقار علی بھٹو کی سیاسی جانشینی حاصل کرنے کے لیے بے نظیر بھٹو نے شعوری کوششیں کی ہیں اس سلسلہ میں وہ پہلی دلیل تو یہ دیتے ہیں کہ بے نظیر نے زرداری خاندان میں شادی کرنے کے باوجود بھٹو کے نام کا لاحقہ اپنے نام کے ساتھ لگائے رکھا حالانکہ اصولی طور پر انہیں اب بے نظیر بھٹو کے بجائے بے نظیر زرداری کہلوانا چاہیئے کیونکہ یہی معاشرے کا، ملک کا اور دنیا کا چلن ہے۔

دوسری دلیل یہ دی جاتی ہے کہ ذوالفقار علی بھٹو کی کتاب "اگر میں قتل کر دیا گیا" (IF I ASSASSINATED) جس کے متعلق کہا جاتا ہے کہ انہوں نے جیل کی کوٹھری میں لکھی تھی دراصل ایسی کتاب ہے جو ان کی موت کے بعد بے نظیر بھٹو کی، یا پھر کسی نے بھارت میں لکھی ہے کیونکہ یہ کتاب سب سے پہلے بھارت میں ہی شائع ہوئی خیال یہ ہے کہ اس کے خالق ذوالفقار علی بھٹو کے

محرم راز کے قلم سے

دوست پیلو مودی ہو سکتے ہیں جنہوں نے بھٹو مرحوم پر ان کی زندگی ہی میں ایک کتاب "زلفی میرا دوست" (ZULFI MY FRIEND) لکھی تھی ان دونوں کتابوں کا طرز تحریر کافی حد تک مماثلت

رکھتا ہے۔ "اگر میں قتل کر دیا گیا" نامی کتاب میں بے نظیر کا ذکر کچھ اس طرح طریقے سے کیا گیا ہے ان کی کردار نگاری کچھ اس انداز میں کی گئی ہے گویا وہ ذوالفقار علی بھٹو کی سیاسی جانشین ہوں گی اور ان کے ادھورے سیاسی کاموں کو مکمل کریں گی۔

تیسری دلیل خود بے نظیر بھٹو کی کتاب "دختر مشرق" (DAUGHTER OF EAST) ہے جس میں بے نظیر نے خود کو ذوالفقار علی بھٹو کا سیاسی جانشین قرار دیکر ان کے مشن کی تکمیل کا عندیہ ظاہر کیا۔

نومبر ۱۹۸۸ء کے عام انتخابات کے نتیجہ میں جب پاکستان میں پیپلز پارٹی کی حکومت بنی تو شنید ہے کہ نصرت بھٹو مرحوم وزیر اعظم کی بیوہ ہونے کے ناطے وزارت عظمیٰ کی امیدوار تھیں وہ ایک پختہ عمر کی منجھی ہوئی سیاستکار تھیں انہوں نے براہ راست ذوالفقار علی بھٹو سے سیاسی تربیت حاصل کی تھی اس لیے وہ خود کو وزارت عظمیٰ کی حقدار سمجھتی تھیں سنا ہے اس سلسلے میں انہوں نے بے نظیر بھٹو پر دباؤ بھی ڈالا کہ وہ ابھی چھوٹی ہے وزارت عظمیٰ جیسے منصب کے لیے ضد نہ کرے مگر بے نظیر وزارت عظمیٰ سے کم کوئی اور عہدہ لینے پر تیار نہ ہوئیں اور ناراض ہو کر اسلام آباد سے کراچی آگئیں اور اسی

مرحلہ پر پارٹی کو انتشار سے بچانے کے لیے نصرت بھٹو کو انہیں وزیر اعظم بنانا پڑا۔

ایک ماں ہونے کے ناطے نصرت بھٹو کا فطری جھکاؤ بے نظیر سے زیادہ مرتضےٰ بھٹو کی جانب ہے کیونکہ شاہنواز کے دنیا سے رخصت ہو جانے کے بعد مرتضےٰ بھٹو ان کے واحد اکلوتے بیٹے رہ گئے ہیں جو ان کی ساری ممتا، محبت اور توجہ کا مرکز ہیں وہ انہیں ذوالفقار علی بھٹو کے سیاسی جانشین کے روپ میں دیکھنا چاہتی ہیں۔ ہر ماں کی یہ خواہش ہوتی ہے کہ باپ کی جگہ اس کا بیٹا اور پھر پوتا لے کہ بیٹے اور پوتے سے ہی خاندان کا نام اور نسل چلتی ہے۔

مگر بے نظیر بھٹو کے اپنے بھائی کے بارے میں کچھ اور جذبات ہیں، وہ بھائی کی حیثیت سے مرتضیٰ بھٹو سے محبت ضرور کرتی ہیں مگر اس کے لیے اقتدار سے دست کش ہونا یا اسے اپنے باپ کا سیاسی جانشین بنانے کے لئے تیار نہیں یہی وجہ ہے کہ نصرت بھٹو کے شدید دباؤ کے باوجود بھی نہ وہ مرتضےٰ بھٹو کے خلاف کیس ختم کرنے کے لئے تیار ہیں اور نہ ان کو عام معافی دلانے کی خاطر صدر اسحٰق سے کوئی بارگین کرنے پر رضامند ہیں یاد رہے کہ صدر مملکت غلام اسحٰق خان ہی مرتضےٰ بھٹو کو عام معافی دے کر ان کے پاکستان آنے کی راہ ہموار کر سکتے ہیں یہ اختیار صدر مملکت کو ہے اور اگر بے نظیر چاہیں تو کسی مرحلہ پر صدر کو اس بات کے لیے راضی کر سکتی ہیں۔

۴ اپریل کو گڑھی خدابخش (لاڑکانہ) میں مرحوم ذوالفقار علی بھٹو کی برسی بڑے زوردار طریقے سے منائی گئی، عظیم الشان جلسہ کا اہتمام کیا گیا جس میں پورے ملک سے پیپلز پارٹی کے ورکروں نے شرکت کی، جلسہ کے لئے بڑا وسیع اسٹیج بنایا گیا، سنا ہے جلسہ کے اسٹیج پر مرتضیٰ بھٹو کے حامی الذوالفقار تنظیم کے ایک دستہ نے قبضہ کر لیا اور اپنے من پسند اعلانات اسٹیج سے نشر کرنے شروع کر دیئے جس پر ایک ہنگامہ کھڑا ہو گیا بڑی تگ و دو کے بعد پیپلز پارٹی کے رہنماؤں نے اپنے کارکنوں کی مدد سے اسٹیج ان سے خالی کرایا۔ اسٹیج سے جو اعلانات نشر ہو رہے تھے وہ مرتضےٰ بھٹو کی وطن واپسی اور ان کے ساتھ ہونے والی ناانصافی کے خلاف ایک طرح کے نعرے تھے ایک بڑا بینر اسٹیج کے پیچھے لگا ہوا تھا جس پر لکھا تھا "کیا مرتضےٰ بھٹو کو پاکستان لانے کے لیے ہمیں تحریک چلانا پڑے گی" اس قسم کے نعروں کے بینر جگہ جگہ لگے ہوئے تھے۔

مرتضیٰ بھٹو الذوالفقار تنظیم کے خالق ہیں یہ تنظیم بزور طاقت فوجی حکومت کو ختم کر کے اقتدار پر قبضہ کرنا چاہتی تھی وہ اپنے اس مقصد میں کامیاب نہ ہو سکی تاہم اس تنظیم کی طاقت اور تخریبی کارروائیاں

بے نظیر نے زرداری خاندان میں شادی کرنے کے باوجود بھٹو کے نام کا لاحقہ اپنے نام کے ساتھ لگائے رکھا۔
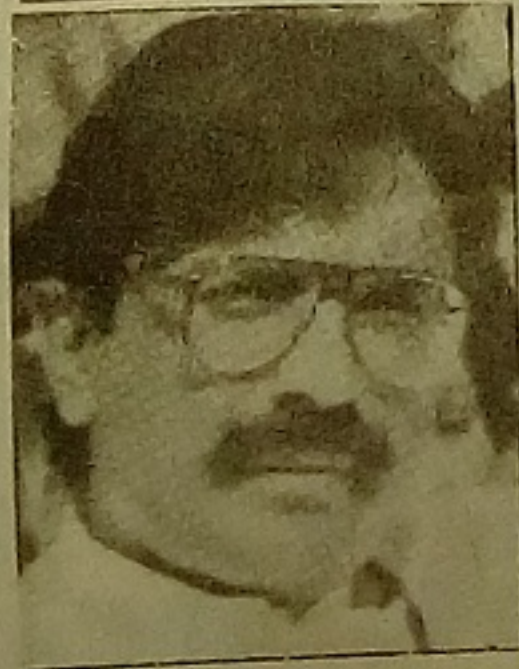
کرنے کی قوت سے انکار نہیں کیا جا سکتا ہے اور اس تنظیم کے سرگرم ارکان کی پیپلز پارٹی کی صفوں میں موجودگی سے بھی انکار ممکن نہیں یہ لوگ پیپلز پارٹی میں شامل ہیں۔ اور انہوں نے ایک طاقتور گروپ پی پی کے اندر تشکیل دے رکھا ہے۔ بے نظیر بھٹو ان کی جانب سے پریشان رہتی ہیں۔ ان پر نظر رکھتی ہیں اور گاہے گاہے ان کو خوش کرنے کی بھی کوشش کرتی رہتی ہیں۔

سینئر اور قابل پیپلز پارٹی کے رہنماؤں کو نظر انداز کر کے مسرور احسن کو بلا مقابلہ سینیٹر منتخب کرانا بھی انہی کوششوں کا ایک حصہ ہے۔ جو وہ الذوالفقار دھڑے کو راضی رکھنے کے لئے کرتی ہیں۔ مسرور احسن کے بارے میں سنا گیا ہے کہ وہ الذوالفقار تنظیم کے سرگرم رکن رہ چکے ہیں۔ وہ پی پی کے ایسے رکن ہیں جن کو جنرل ضیاء الحق کی حکومت نے دبئی سے گرفتار کرایا تھا۔ ان کے خلاف کئی کیس ہیں۔ اور وہ ان ۵۴ لوگوں میں شامل ہیں جنہیں الذوالفقار تنظیم نے پی آئی اے کا طیارہ اغوا کر کے جیل سے رہائی دلائی تھی۔

لیکن سیاسی مبصرین کے خیال کے مطابق الذوالفقار تنظیم اب دو حصوں میں بٹ چکی ہے ایک دھڑے کی قیادت بدستور مرتضےٰ بھٹو کے قبضہ میں ہے جب کہ دوسرے دھڑے کی باگ ڈور آصف علی زرداری نے سنبھال لی ہے۔ مسلح دھڑے کی قیادت ہاتھ میں آجانے کے بعد آصف علی زرداری بھی پیپلز پارٹی کی ایک مستحکم شخصیت بن چکے ہیں گو کہ وزیر اعظم اور پی پی کی شریک چیئرپرسن کے شوہر ہونے کی وجہ سے وہ پہلے ہی ایک وزن دار شخصیت تھے مگر اب ان کی بھی اپنی ایک حیثیت ہے ایک ہیبت ہے جسے نظر انداز کرنا بعض اوقات خود وزیر اعظم کے لئے مشکل ہو جاتا ہے سیاسی مبصرین کے مطابق یہی وجہ ہے کہ آصف علی زرداری کی ان سرگرمیوں پر اب وزیر اعظم کنٹرول نہیں کر پا رہی ہیں جن کی وجہ سے ان کی حکومت اندرونی و بیرونی تنقید کا نشانہ بنی ہوئی ہے۔ جائز و ناجائز طریقے سے دولت سمیٹنا۔ جائیدادیں کارخانے اور بنک خریدنا یا ان کے بڑے حصص کا مالک بن جانا ایسی باتیں ہیں جو وزیر اعظم کے نوٹس میں ہوں گی اور آصف زرداری کی جن حرکتوں کی وجہ سے ان کی حکومت کو ضعف پہنچ رہا ہے انہیں بھی وہ بخوبی سمجھتی ہوں گی پھر بھی وہ خاموش ہیں تو ان کی خاموشی میں کوئی وجہ ضرور ہو گی۔ اس کی ایک وجہ تو یہی سمجھ میں آتی ہے کہ پیپلز پارٹی کے مسلح دھڑے کے قائد ہونے کی وجہ سے آصف زرداری پی پی کی ایک ایسی طاقتور شخصیت بن چکے ہیں جن سے وزیر اعظم خود خائف رہنے لگی ہیں اور دوسری وجہ یہ دکھائی دیتی ہے کہ مرتضیٰ بھٹو کے مسلح گروہ کی پیپلز پارٹی کے اندر کارروائیاں روکنے کے لئے اور اقتدار کی رسہ کشی میں انہیں ایسے ہی گروہ کی ضرورت ہے جس کی قیادت ان کا ایک بااعتماد ساتھی کر رہا ہو اور وزیر اعظم کے لئے ان کے شوہر سے زیادہ بااعتماد اور کون ہو سکتا ہے۔

جماعت اسلامی کی کھالیں

جماعت اسلامی کے ووٹ

لوگ جماعت اسلامی کو فلاحی ادارہ سمجھ کر چرم قربانی تو دے دیتے ہیں لیکن سیاسی طور پر انہیں نااہل سمجھ کر ووٹ دینے سے گریز کرتے ہیں

تجزیہ نگار کے قلم سے

ویسے تو کراچی جسے عروس البلاد ہونے کا دعویٰ ہے پچھلے کئی سالوں سے عصبیت، قومیت اور نفرت کی بھینٹ چڑھا ہوا ہے۔ ہنگامے، فسادات اور قتل وغارتگری نے اس شہر کی ساری رونقیں لوٹ لی ہیں۔ پچھلے سال کی طرح امسال بھی دونوں عیدیں خوف وہراس کے مہیب سائے میں منائی گئیں۔ عیدالاضحی کے موقع پر پورا شہر فوج کی نگرانی میں تھا جگہ جگہ فوجی چوکیاں قائم تھیں جو آج بھی قائم ہیں جب سے شہر میں جگہ جگہ فوج تعینات کی گئی ہے بظاہر امن قائم ہوگیا ہے لیکن مکمل امن فوجی چوکیوں کے قیام کے بعد بھی مفقود ہے فرق صرف یہ ہوا ہے کہ ہنگامہ، قتل وغارت گری، ڈکیتی، لوٹ مار اور اغوا میں قدرے کمی واقع ہوگئی ہے۔ ان تمام حالات کے باوجود عیدالاضحیٰ منائی گئی۔ نماز ادا کی گئی اور قربانی کے جانور اس سال کراچی میں اتنی کثیر تعداد میں نہیں آئے جتنی تعداد میں پچھلے سالوں میں آتے تھے۔ اس شہر سے لوگ ڈرنے لگے ہیں۔

کن عناصر نے اس عروس البلاد کو اس نہج پر پہنچایا ہے اس کا اندازہ باشعور شہریوں کو ہو چکا ہے اور اگرچہ کراچی اور حیدرآباد نیز سندھ کے دوسرے علاقوں میں رہنے والوں کو اس افراتفری کا احساس نہیں پیدا ہوا ہے اور وہ ایسے عناصر کو پہچاننے سے قاصر ہیں جو پچھلے کئی سالوں سے اپنی سیاسی بازی گری سے امن وسکون برباد کرنے کے ذمہ دار ہیں۔ تو پھر خیر کی توقع بھی عبث ہے اور مستقبل بھی انتہائی کربناک ہے۔

عیدالاضحیٰ کے موقع پر بعض تنظیموں اور اداروں کی بن آئی ہے چرم قربانی بھی ایک اچھا خاصا منفعت کا ذریعہ بن گئی ہے کچھ عرصہ پہلے عموماً چرم قربانی غریب نادار اور دینی مدارس کے طلباء کو دی جاتی تھی۔ لیکن اب فلاحی ادارے بھی چرم قربانی کے حصول کے لئے میدان میں اتر آئے ہیں۔ نیتوں کا حال تو اللہ ہی کو معلوم ہے کون کیا کرتا ہے اور چرم قربانی کی رقم کیسے اور کہاں خرچ کرتا ہے لیکن اتنا ضرور ہے کہ بعض تنظیمیں اچھی خاصی تعداد میں چرم قربانی وصول کرتی ہیں۔

سیاسی جماعتوں میں جماعت اسلامی ہی ایک ایسی جماعت ہے جو مسلسل پچھلے کئی سالوں سے چرم قربانی کے حصول میں پیش پیش رہتی ہے اور ہر سال اس کے دعویٰ کے مطابق قربانی کی کھالوں میں اضافہ ہی ہوتا رہتا ہے پچھلے دو تین سالوں سے جماعت اسلامی کے مدمقابل ایک لسانی تنظیم ایم کیو ایم ایک فلاحی ادارہ ایدھی ویلفیئر اور ایک دینی تبلیغی ادارہ دعوت اسلامی ہے ان کے علاوہ شہر کے سارے دینی فلاحی ادارے اور ایک بین الاقوامی تبلیغی ادارہ ورلڈ اسلامک مشن بھی چرم قربانی وصول کرتے ہیں۔

اخباری سطح پر جماعت اسلامی، ایم کیو ایم، دعوت اسلامی اور ایدھی ویلفیئر اپنی اپنی کارکردگی کا اعلان کرتے ہیں جس میں جماعت اسلامی اور ایم کیو ایم زیادہ نمایاں رہتے ہیں۔ اب اخباری اطلاعات ملاحظہ فرمائیں۔

اخبارات نے اطلاع دی کہ امسال جانوروں کی تعداد کم ہے۔ پھر اطلاع آئی کہ اچھی خاصی تعداد میں جانور کراچی آ گئے۔ عید سے ہفتہ دس روز پہلے خبر چھپی کہ جانوروں کے خریدار کم ہیں۔ قیمتیں بہت زیادہ ہیں۔ دو ایک روز کے بعد خبر چھپی قیمتیں خریدار کم ہونے کی وجہ سے گر گئی ہیں۔ عید سے دو ایک روز قبل خبر آئی کہ خریداری اچھی خاصی ہو رہی ہے۔ قیمتیں پھر بڑھ گئیں۔ بہرحال اس قسم کی خبریں تو ہر سال آتی ہیں۔

اخباروں نے تخمینہ یہ بتایا کہ کم سے کم ایک لاکھ جانور کراچی میں قربان کئے گئے ہیں۔ لیکن اس کا اعتراف چرم قربانی وصول کرنے والے متعدد اداروں نے کیا کہ اس سال پچھلے سالوں کی بہ نسبت قربانی کم ہوئی ہے۔

ایم کیو ایم کے متعلق یہ تصور دیا گیا کہ ان کے زیادہ تر لوگ خوف کی وجہ سے روپوش ہیں اس لیے یہ زیادہ کھالیں وصول نہ کرسکیں گے۔ پھر یہ کہ یہ لوگ دھونس اور طاقت کے بل پر اس سال کھالیں حاصل نہ کر پائیں گے اس لیے کہ فوج جگہ جگہ تعینات ہے اور ویسے بھی حکومت مسلسل ان کے خلاف پروپیگنڈہ کرا رہی ہے۔ جماعت اسلامی اور دوسرے اداروں نے یہ سوچا ہوگا کہ اس دفعہ ہماری چاندی ہو جائے گی اور جو لوگ دہشت گردی کے خوف سے کھالیں ایم کیو ایم کو دیتے تھے وہ اب ہمیں دیں گے۔ اللہ ہی جانتا ہے کیا ہوا اور کیا نہ ہوا اخباری اطلاعات اس بات کی مظہر ہیں کہ ایم کیو ایم نے تمام پچھلے ریکارڈ توڑ دیئے اور ہر سال سے زیادہ کھالیں انہیں ملیں اس کا مطلب یہ ہوا کہ لوگ یہ سمجھتے تھے کہ مسلسل دہشت گردی اور قتل وغارتگری کی وجہ سے ایم کیو ایم کا گراف گر گیا ہے لیکن ایم کیو ایم کے دعوے کے مطابق گراف اور اونچا ہو گیا ہے

جماعت اسلامی نے یہ اعلان کیا کہ ہمیں پچھلے برسوں کے مقابلہ میں ۲۳ فیصد زیادہ کھالیں ملی ہیں یعنی ان کا بھی ریکارڈ ٹوٹ گیا۔ ویسے جماعت اسلامی

لوگ یہ سمجھتے تھے کہ مسلسل دہشت گردی کی وجہ سے ایم کیو ایم کا گراف گر گیا، لیکن ایم کیو ایم کے دعوے کے مطابق گراف اونچا ہوا ہے؛

کو کھالیں اچھی خاصی ملی ہوں گی اس لیے کہ بڑے منظم طریقہ سے یہ لوگ اس کاروبار کو کرتے ہیں لاکھوں روپیہ خرچ کرتے ہیں کئی گنا منافع حاصل کرتے ہیں تعجب اس بات کا ہوتا ہے کہ جماعت اسلامی کھالوں میں دوسروں سے بازی لے جانے کا دعویٰ کرتی ہے اور ممکن ہے ایسا ہوتا بھی ہو لیکن ووٹ کے حصول میں نہ جانے کیوں یہ دوسروں سے پیچھے رہتی ہے۔ لوگ جماعت اسلامی کو فلاحی ادارہ سمجھ کر چرم قربانی تو دیدیتے ہیں لیکن سیاسی طور پر انہیں نااہل سمجھ کر ووٹ دینے سے گریز کرتے ہیں۔

دعوت اسلامی کے لوگوں نے اعلان کیا کہ انہیں پچاس لاکھ روپے کی کھالیں ملی ہیں۔ یقیناً ملی ہوں گی۔ جماعت اسلامی کے کھالوں کی گنتیوں کا اعلان نہیں آیا اور نہ ایم کیو ایم نے اعلان کیا، اندازہ یہی ہے کہ ان حضرات کو دعوت اسلامی سے کچھ زیادہ کھالیں ملی ہوں گی ایدھی ویلفیئر والوں نے البتہ یہ اعلان کیا کہ انہیں پچھلے سال کے مقابلہ میں کم کھالیں ملی ہیں۔ بقیہ تنظیموں اور اداروں نے صرف لوگوں کا شکریہ ادا کرنے پر اکتفا کیا تعداد اور پیسوں کا ذکر نہیں کیا۔

دعوت اسلامی کے پیسوں کے اعلان سے یہ پتہ چلا کہ چرم قربانی سے اچھی خاصی رقم مل جاتی ہے پہلے لوگوں کو تعجب ہوتا تھا کہ جماعت اسلامی اور ایم کیو ایم کے پاس اتنی دولت کہاں سے آتی ہے معلوم ہوا سب سے اہم ذریعہ چرم قربانی کا حصول ہے جماعت اسلامی اور ایم کیو ایم کے پاس دوسرے ذرائع بھی ہیں۔

سیاست میں جب طاقت اور پیسہ داخل ... جمع ہو جائیں تو جانتے ہی ہیں کہ ... پذیر ممالک میں جہاں علم کا تناسب ۱۵ سے ۲۰ فیصد تک ہے بالخصوص اس وقت پاکستان کی سیاست طاقت اور پیسے کے گرد گھوم رہی ہے۔ پاکستان ایک مسلمان ملک ہے یہاں قربانیوں کی تعداد میں کمی رہے گی گھٹنے کا سوال نہیں ہے۔ چرم قربانی کی تعداد یقیناً بڑھے گی اب وصول کرنے والے اسے کس طرح استعمال کرتے ہیں یہ ان کی صوابدید پر ہے۔ ہم تو عوام کالانعام ہیں نعروں اور جذبات کے تحت اپنا فیصلہ صادر کر دیتے ہیں۔ ہم تو یہی کہہ سکتے ہیں چرم قربانی زندہ باد، چرم قربانی وصول کرنے والے سیاسی، غیر سیاسی، قوم پرست اور مذہبی فلاحی تنظیمیں زندہ باد۔

بقیہ: کراچی ایکسپریس اور حیدرآباد کے حادثات

صرف بیان بازی سے کام لیتی ہے۔ دو دن قبل ہی اخباری اطلاعات کے مطابق ایک ہزار تربیت یافتہ ہندوستانی دہشت گرد سندھ میں داخل ہو چکے تھے۔ ظاہر ہے ان کا مقصد کیا تھا۔ وہ ہندوستان سے گلاب کے پھول تو نہیں لائے تھے۔ انہیں تو انسان کو تڑپتا اور خون و خاک میں آلودہ ہوتا دیکھنا تھا۔ وہ اپنی تخریبی سرگرمیوں میں کامیاب ہو گئے۔ دہشت گردوں کو کھلے بندوں چھوڑ دیا جاتا ہے۔ ایک اطلاع کے مطابق پاک لینڈ ٹینکری کی گاڑی پر فائرنگ کرنے والے چار ملزموں کی نشاندہی ہو گئی تھی۔ واردات کرنے کے بعد ان ملزموں کو رنگے ہاتھوں پاک لینڈ سیمنٹ کی کینٹین سے پکڑا گیا تھا۔ ان سے جدید اسلحہ بھی برآمد ہوا۔ یہ ملزمان کئی دوسرے جرائم کے سلسلے میں بھی مطلوب تھے۔ لیکن بااثر افراد کی مداخلت کے بعد ان کو رہا کر کے حیدرآباد پہنچا دیا گیا۔ ایک دوسری اطلاع کے مطابق اندرون سندھ ہندو تخریب کاری میں ملوث ہیں اور مواصلاتی نظام کو درہم برہم کر رہے ہیں۔ چھ ہندو تخریب کاروں کو رنگے ہاتھوں پکڑا گیا۔ میجر سید اصغر حسین ترمذی نے عمر کوٹ اور میرپور خاص کے درمیان اچانک دفاعی لائن بند ہو جانے پر پولیس کو فوری ناکہ بندی کی ہدایت کی اور خود بھی جوانوں کے ساتھ گشتی پارٹی کے ساتھ گشت پر نکل گئے۔ فوج کے جوانوں نے میرپور خاص شوگر ملز کے پٹرول پمپ کے قریب چھ ہندو تلسی داس، سگن مل، باڈلو، ارجن، اجومل، نرسنگھ کو ۱۵ ارپول اور تاروں کے سمیت گرفتار کر لیا۔ ان ملزموں کا مقصد دفاعی لائن کاٹنا تھا جو ایک سنگین جرم ہے اور اس سے بھارت کے تخریبی عزائم کا پتہ چلتا ہے۔

مندرجہ بالا واقعات اس بات کی کھلی دلیل ہیں کہ حکومت سندھ غفلت سے کام لے رہی ہے اور نااہل ہے۔ اول تو دہشت گرد گرفتار نہیں ہوتے اور جب ان کی گرفتاری عمل میں آتی ہے تو بااثر افراد ان کو چھڑا لے جاتے ہیں۔ مولانا شاہ احمد نورانی بار بار مطالبہ کر رہے ہیں کہ سندھ کی سرحد کو بند کیا جائے لیکن نہ جانے کس مصلحت کے تحت حکومت کے کانوں پر جوں تک نہیں رینگتی۔ حیدرآباد کے حادثہ میں بھارت کے ایک کیمپ کا ہاتھ ہے یا پاکستان میں سماج دشمن عناصر اور دہشت گردوں کا، انسانی جانیں تو یقینی طور پر ضائع ہو رہی ہیں۔ حکومت سندھ یا تو مستعفی ہو جائے یا غیر جانبداری کا مظاہرہ کرتے ہوئے آپریشن کلین اپ پورے سندھ میں کرے۔

بھارتی وزیراعظم کا استعفیٰ، نہ ہارس ٹریڈنگ کی، نہ جمہوریت کو کرپٹ کیا

بھارت کے وزیراعظم وی پی سنگھ نے اپنے پارٹی کے صدر کو اپنا استعفیٰ پیش کر دیا ہے، ان کے استعفے کے بعد بھارت میں ——— سیاسی حلقوں میں ہلچل سی پیدا ہو گئی ہے استعفیٰ پیش کرنے کی اصل وجہ بھارت کے وزیراعظم وی پی سنگھ اور نائب وزیراعظم دیوی لعل کے اختلافات ہیں بھارت کی موجودہ حکومت بھارتی جنتا پارٹی، جنتا دل اور کمیونسٹ پارٹی کے دونوں دھڑوں کے اشتراک سے وجود میں آئی ہے مخلوط حکومت میں وی پی سنگھ کی وہی پوزیشن ہے جو پاکستان میں بے نظیر بھٹو کی بلکہ اس سے بھی کمزور۔ تنازعہ کی اصل وجہ دیوی لعل کے بیٹے اوم پرکاش چوتالہ کو ہریانہ کا وزیراعلیٰ مقرر کئے جانے پر ہے اوم پرکاش چوتالہ ہریانہ میں الیکشن کے دوران غنڈہ گردی اور بدعنوانی جیسے سنگین جرائم کے مرتکب ہیں۔ وی پی سنگھ کو چوتالہ کو وزیراعلیٰ بنانے پر اختلاف ہے لوک سبھا میں دیوی لعل نے جنتا پارٹی کے ساتھ اشتراک کر کے وی پی سنگھ کو وزیراعلیٰ بنوایا تھا جس کے صلے میں وہ اپنے بیٹے چوتالہ کو ہریانہ کا وزیراعلیٰ مقرر کروانے کا اپنا حق سمجھتے ہیں۔

وی پی سنگھ سے لاکھ اختلاف سہی انہوں نے حال ہی میں سفارتی تعلقات کو ملحوظ خاطر نہ رکھتے ہوئے پاکستان کے اندرونی معاملات میں مداخلت کی سندھ کے فسادات کے سلسلے میں بیان بازی کی جو بین الاقوامی آداب کے تقاضوں کے منافی ہے لیکن وی پی سنگھ نے جس اصول پرستی کا مظاہرہ کیا وہ قابل ستائش ہے انہوں نے وزارت عظمیٰ کی سیٹ کو بچانے کے لئے نہ ہی "ہارس ٹریڈنگ" سے کام لیا اور نہ ہی جمہوریت کو کرپٹ کیا بلکہ استعفیٰ دے کر وزارت عظمیٰ کی کرسی کو ٹھکرا دیا وی پی سنگھ کے اس عمل کو ہم قدر کی نگاہ سے دیکھتے ہیں جن جن ملکوں میں مخلوط قائم ہے وی پی سنگھ کے اس عمل سے وہاں کے جمہوری اداروں کو سبق سیکھنا چاہئے۔

جو کام ہندو کئی سالوں میں نہ کر سکے

ضیاء الحق نے چند سالوں میں کر دیا

تحریر: قاری زوار بہادر

باب الاسلام سندھ آج کل نفرتوں عصبیتوں
قتل و غارت اغواء برائے تاوان، ڈکیتیوں کا مرکز بنا ہوا ہے
پورے صوبے میں کوئی ایک شہر بھی ایسا نہیں جہاں
عوام چین کی نیند سو سکیں۔ ڈاکوؤں کے مسلح
جتھے پورے کے پورے دیہاتوں کو دن دیہاڑے
لوٹتے ہیں عورتوں کی عزتوں سے
کھیلتے ہیں۔ لوگوں کو گھروں میں بند کر کے آگ لگا
کر جلا دیتے ہیں جسے چاہتے ہیں اغوا کر کے
منہ مانگا تاوان وصول کرتے ہیں اور کوئی وزیر
مشیر سرکاری افسر صنعت کار، تاجر ان کی دستبرد
سے محفوظ نہیں۔ یہ سلسلہ کئی سالوں سے چل
رہا ہے لیکن آج کل اپنے عروج پر ہے اسی
طرح کراچی حیدر آباد بھی کئی سالوں سے دہشت گرد
اور لسانی تنظیموں کی غیر قانونی سرگرمیوں کی وجہ
سے فسادات کی لپیٹ میں ہیں پہلے ان شہروں
میں دہشت گردی کے اِکّا دُکّا واقعات
ہوتے رہتے تھے لیکن ۱۹۸۵ء کے غیر جماعتی
انتخابات میں جنرل ضیاء الحق کی لسانی تنظیموں کی
پشت پناہی اور انہیں کھلی چھٹی دینے کی وجہ سے
ان فسادات میں بے پناہ اضافہ ہوا اور اب
بات یہاں تک پہنچ گئی ہے کہ حیدر آباد اور کراچی
میدان جنگ کا نقشہ پیش کر رہے ہیں پولیس
رینجرز وغیرہ کی موجودگی میں قتل و غارت کا
بازار گرم ہے اور اب ان دونوں شہروں کو
فوج کے حوالے کر دیا گیا ہے اس صورت حال
پر ہر محب وطن شہری خون کے آنسو رو رہا ہے
یہ حالات کیوں پیدا ہوئے؟ سندھ جو اسلام
کا قلعہ تھا اسلام دشمنوں کی سرگرمیوں کا مرکز کیسے
بنا؟ کراچی جہاں پاکستان بھر کے غریب عوام روزگار
کی تلاش میں آتے تھے اور اس شہر کی صنعت و
تجارت لاکھوں افراد کی کفالت کرتی تھی اسے کس
کی نظر لگ گئی کہ اب صنعتکار تاجر اور عوام ہجرت
کر کے دوسرے شہروں میں پناہ لینے پر مجبور ہو
رہے ہیں۔ اس کے اسباب و عوامل پر نظر ڈالیں
تو چند ایک باتیں سامنے آتی ہیں جن سے
صرف نظر نہیں کیا جا سکتا۔
ہندوؤں نے ہزار کوشش کی کہ پاکستان کا
قیام روکا جائے تاکہ مسلمان ہمیشہ ان کا غلام
اور دست نگر بن کر ہندوستان میں رہے قیام
پاکستان کو روکنے کی تمام کوششیں بری طرح ناکام
ہوئیں اور مسلمانوں نے اسلام کے نام پر بے پناہ
قربانیاں دے کر پاکستان حاصل کر لیا تو ہندو نے
اپنی حکمت عملی تبدیل کی اور مسلمانوں نے جس
نظریے پر آزادی کی جنگ جیتی تھی اس نظریے
پر ضرب کاری لگانے کا پروگرام بنایا اور مسلمان
کو مسلمان سے لڑانے کے لئے قومیتوں کے
فتنے کو جنم دیا مشرقی پاکستان میں ہندو دانشوروں
نے مسلمانوں کے بچوں بڑوں کو گمراہ کیا کہ تم
پہلے بنگالی ہو پھر کچھ اور تمہیں مغربی پاکستان کی
قیادت سے جان چھڑانی چاہیئے اس کے لئے
ہندوؤں کو مجیب الرحمٰن جیسے غداروں کی خدمات
میسر آگئیں اور یہی کام سرحد میں خان عبد الغفار
خان اور سندھ میں جی ایم سید کو سونپا گیا۔
مشرقی پاکستان میں دشمن کی سازشیں جلد کامیاب
ہو گئیں اور دنیا کی سب سے بڑی اسلامی سلطنت
کو دو ٹکڑے کر دیا گیا اب وہی کھیل پہلے سندھ
میں کھیلنے کی کوشش کی جا رہی ہے جی ایم سید کی
کوششیں تو کافی عرصہ سے جاری ہیں لیکن سندھ

ایم کیو ایم والے بتائیں کہ مصیبت کے وقت مولانا نورانی باہر ہوتے ہیں یا الطاف حسین؟

عوام نے ایم کیو ایم کو ووٹ دیئے، ایم کیو ایم نے انہیں جواب میں لاشیں دیں

کے عوام کی اسلام اور پاکستان سے محبت کی وجہ سے انہیں خاطر خواہ کامیابی نہیں ہوئی لیکن وہ کچھ نہ کچھ لوگوں کو گمراہ کرنے میں کامیاب

جب جنرل ضیاء الحق کا مارشل لاء لگا تو انہوں نے جی ایم سید کی دل کھول کر پذیرائی کی اور پتہ ہونے کے باوجود کہ وہ پاکستان مردہ باد کے نعرے لگاتا ہے اسے پھولوں کے گلدستے پیش کرتے رہے اور اس کا مقابلہ کرنے والے محب وطن رہنماؤں کو جیلوں یا گھروں میں نظربندی اور صوبہ بدری کی سزائیں دیتے رہے۔

جنرل ضیاء الحق کے ان اقدامات سے محب وطن حلقے ان سے مایوس ہو کر جب جمہوریت کی بحالی کی جدوجہد کر رہے تھے تو جی ایم سید برملا ضیاء الحق کی حمایت میں بیان دیتے رہے اور یہ فرماتے رہے کہ ضیاء الحق میرا کام کر رہا ہے جنرل ضیاء الحق چاہتے تھے کچھ بھی ہو جائے ملک رہے نہ رہے میرا اقتدار باقی رہنا چاہیئے اس کے لئے ان کی ایماء پر سندھ میں علیحدگی پسندی کی تحریک چلی جس کا فائدہ جنرل صاحب کو یہ ہوا کہ مارشل لاء برقرار رکھنے اور الیکشن نہ کرانے کا بہانہ مل گیا کہ سندھ کے حالات خراب ہیں الیکشن نہیں ہو سکتا عوام نے مطالبہ کیا کہ ایک دو دیہاتوں کے حالات کی وجہ سے پورے ملک کی قسمت کو قربان نہ کیا جائے الیکشن کروا کے ملک میں جمہوریت بحال کی جائے جنرل صاحب نے عوام اور بیرونی دنیا کے دباؤ کی وجہ سے مجبوراً الیکشن کا کڑوا لقمہ نگلنے کا پروگرام بنایا لیکن یہاں بھی انہوں نے سیاسی پارٹیوں سے بچ نکلنے کا طریقہ ڈھونڈ نکالا اور غیر جماعتی انتخابات کا ڈھونگ رچایا اور اس کیلئے برادریوں دھڑوں اور لسانی تنظیموں کی سرپرستی کی تاکہ سیاسی قائدین اور جماعتوں کو منظر سے ہٹایا جائے نتیجہ یہ نکلا کہ وقتی طور پر سیاسی جماعتیں پس منظر میں چلی گئیں۔ لسانی اور دہشت گرد تنظیموں کا راج

ہو گیا کراچی اور حیدرآباد میں ایم کیو ایم معرض وجود میں آئی جس کی بنیاد ہی دہشت گردی پر رکھی گئی اور ان کے ہاتھ، پنجابی اور پٹھانوں کا قتل عام کرا کے آپس میں نفرتوں کو ہوا دی گئی چاہیئے تو یہ تھا کہ مارشل لاء حکومت ان لسانی تنظیموں پر پابندی عائد کرتی لیکن ان کی سرپرستی کی گئی اور انہیں کروڑوں روپے کا اسلحہ خرید کے دیا گیا کراچی اور حیدرآباد دونوں اسلام کے متوالوں اور نظام مصطفےٰ کے پروانوں کے شہر تھے اور ان شہروں کی غالب اکثریت مسلک اہلسنت سے تعلق رکھنے والوں کی تھی۔ اور یہ اکثریت انتخابات میں ہمیشہ قائد اہلسنت اور ان کے رفقاء کا ساتھ دیتی تھی کراچی کی مسجدیں نمازیوں سے بھری ہوتی تھیں مذہبی جلسوں اور کانفرنسوں میں بے پناہ جوش و جذبہ دیکھنے میں آتا تھا۔ جنرل ضیاء الحق کو یہ بھی گوارا نہ تھا اور وہ اپنے نجدی آقاؤں کو خوش کرنے کے لئے اس شہر کی گنبد خضریٰ سے محبتوں کو برداشت نہ کر سکے اور انہوں نے ان شہروں کو نفرت اور عصبیت کی آگ میں دھکیل دیا اس سے زیادہ ہندوؤں کی اور مدد کیا ہو سکتی تھی کہ جو کام وہ عرصوں سے نہ کر سکے جنرل ضیاء الحق نے وہ کام چند سالوں میں کر دیا اور حضور کی امت ٹکڑوں میں تقسیم ہو گئی۔

دوسری طرف جنرل ضیاء الحق اور قومی اتحاد کے رہنماؤں کی ہزار کوششوں اور بڑی بڑی پیشکشوں کے باوجود مولانا شاہ احمد نورانی مارشل لاء کی حمایت پر آمادہ نہ ہوئے اور جنرل ضیاء الحق کو متوجہ کرتے رہے کہ وہ تحریک نظام مصطفےٰ کے شہداء کے خون سے غداری نہ کریں اور اپنے اقتدار کو طول دینے کی بجائے ملک میں نظام مصطفےٰ نافذ کریں یہ بات بھی جنرل ضیاء الحق کو اچھی نہیں لگتی تھی بہرحال انہوں نے اہلسنت اور اہلسنت کے قائد کے خلاف سازش کی اور ایم کیو ایم کی ڈٹ کر پشت پناہی کی۔

جنرل ضیاء کے دور میں اس کا پروردہ لیڈر الطاف حسین کھلم کھلا پاکستان مردہ باد کے نعرے بڑے بڑے جلسوں میں لگاتا رہا اور قائداعظم کے مزار کے سامنے کھڑے ہو کر پاکستان کا پرچم جلاتا اور اعلان کرتا رہا کہ اگر بھارتی فوج آئی تو ہم اس کا استقبال کریں گے لیکن جنرل صاحب کو اتنی توفیق بھی نہ ہوئی کہ اس کے خلاف غداری کے الزام میں مقدمہ درج کر کے اسے سزا دیتے تاکہ باقی لوگ اس کے انجام سے عبرت حاصل کرتے بلکہ جنرل صاحب کے نامزد کردہ وزیراعلیٰ غوث علی شاہ ان کی کھلی سرپرستی کرتے رہے اور تھانوں کو حکم دیا گیا کہ ایم کیو ایم کے کسی رکن کے خلاف مقدمہ درج نہ کیا جائے مارشل لاء دور میں دہشت گردوں نے جدید سے جدید اسلحہ خریدا اپنے مخالفوں کو اذیت دینے کے لیے عقوبت خانے قائم کئے۔ پہلے بلدیاتی انتخابات اور پھر قومی و صوبائی انتخابات میں کلاشنکوف کے زور پر اپنی مرضی کے نتائج حاصل کئے۔ اور یوں مارشل لاء کے بعد جمہوری دور میں بڑا حادثہ ہوا کہ دہشت گرد اور قاتل اسمبلی میں پہنچ گئے۔ عوام کو توقع تھی کہ پی پی کی حکومت عوام کو ان دہشت گردوں اور ضیاء کے ایجنٹوں سے نجات دلائے گی لیکن انتخابات کا نتیجہ کچھ ایسا سامنے آیا کہ پی پی نے ہر صورت میں اقتدار میں جانے کا فیصلہ کیا جبکہ تو یہ تھا کہ ایک ایسی جماعت جس نے گیارہ سال

ضیاء الحق نے نجرپوت کو خوش کرنے کے لئے
حیدرآباد اور کراچی ایم۔کیو۔ایم کے حوالے کر دیئے

مارشل لاء کے ظلم و ستم کا مقابلہ کیا تھا ایسی حکومت کی بجائے کچھ دیر اور اپوزیشن بنچوں پر بیٹھتی اور صبر کا مظاہرہ کرتی تو آج اس سے ہزار درجہ بہتر پوزیشن میں ہوتی لیکن پی پی کی زنانہ قیادت اور انڈر ۱۹ کابینہ کی حماقتوں نے تمام اپوزیشن جماعتوں کو متحد ہونے پر مجبور کر دیا۔

سب سے بڑا ظلم پی پی نے یہ کیا کہ ایم کیو ایم کے دہشت گردوں کو مرکزی اور صوبائی حکومت میں شامل کر کے دہشت گردوں اور قاتلوں کو تحفظ فراہم کیا اس طرح ہزاروں مسلمانوں کے قاتل پھر قوم کے سر پر مسلط ہو گئے۔ پی پی کو اقتدار لینے کے لئے ایم کیو ایم سے اتحاد کی مجبوری تھی اور ایم کیو ایم کو اپنے قاتلوں کو تحفظ دلانے کے لئے پی پی کی سرپرستی ضروری تھی۔

پی پی اور ایم کیو ایم کے اتحاد کے دوران آئی جے آئی کے رہنما پی پی کو طعنے دیتے رہے کہ انہوں نے قاتلوں اور دہشت گردوں سے اتحاد کر لیا ہے بہرحال ان دہشت گردوں کو پھر عوام کی جانوں سے کھل کھیلنے کا موقع مل گیا۔ ایم کیو ایم والوں نے عوام سے جو وعدے کر رکھے تھے کراچی اور حیدرآباد میں بلدیاتی انتخابات میں سو فیصد کامیابی کے باوجود بھی وہ پورے نہ کئے جب عوام کا اصرار بڑھا تو انہوں نے کہا کہ جب تک ہمیں صوبائی اور قومی اسمبلی میں نمائندگی نہیں ملتی اس وقت تک عوام کے مسائل حل نہیں ہو سکتے بہرحال عوام نے قومی اور صوبائی انتخابات میں ایم کیو ایم کی قیادت کی توقع سے بھی زیادہ ان کو نوازا اور اس طرح وہ لوگ بھی ایم کیو ایم کے ٹکٹ پر اسمبلی میں پہنچ گئے جنہوں نے کبھی اس کا خواب بھی نہ دیکھا ہوگا۔

ایم کیو ایم کی ۱۴ سیٹوں کی حیثیت فیصلہ کن تھی انہوں نے پی پی کی حمایت کا فیصلہ کیا اب عوام کو توقع تھی کہ ان کے مسائل کے حل میں کوئی رکاوٹ باقی نہیں رہی لیکن اس کے باوجود بھی کراچی اور حیدرآباد کے عوام کے مسائل حل ہونے کی بجائے الجھتے گئے اور نوبت یہاں تک پہنچ گئی کہ انہیں نوکریوں کی بجائے بھائیوں بیٹیوں کی لاشیں مل رہی ہیں۔ ایم کیو ایم کے "پیر صاحب" جلسوں میں لہرا لہرا کر قائد اہلسنت پر تنقید کرتے تھے کہ عوام نے انہیں ووٹ دیا قائد مانا لیکن انہوں نے عوام کو کیا دیا اور یہ بھی کہتے تھے کہ یہ مولوی عوام کے کام نہیں کروا سکتے صرف نظام مصطفٰے کے نعرے سے عوام کا پیٹ نہیں بھرا جا سکتا۔

اب لوگ یہ سوال کرتے ہیں کہ جے یو پی کے چار ممبران نے اپوزیشن میں ہوتے ہوئے کراچی حیدرآباد کے عوام کے مسائل کے لئے جو کچھ کیا ایم کیو ایم والے ۱۴ قومی اور ۲۷ صوبائی اور کراچی اور حیدرآباد کے بلدیاتی اداروں کی چیئرمین شپ کے باوجود اس کا عشر عشیر بھی نہیں کر سکے اور اکثر لوگ یہ کہتے ہیں کہ جب عوام جے یو پی کے ساتھ تھے نظام مصطفٰے کے پروگرام پر متفق تھے تو شہر میں امن و امان کا دور دورہ تھا کراچی صنعتی طور پر پورے ملک کے عوام کی امیدوں کا مرکز تھا اور جب سے عوام نے نظام مصطفٰے کے پروگرام سے منہ موڑا گنبد خضرا والے سبز ہلالی پرچم کو چھوڑا اپنی قیادت اللہ کے ایک ولی حضور کے سچے عاشق مبلغ اسلام کی بجائے ایک رافضی چھوکرے کے سپرد کی ہے اس وقت سے آج تک حالات دن بدن ابتر سے ابتر ہوتے چلے جا رہے ہیں۔

ایم کیو ایم کی قیادت نے عوام کے غیض و غضب سے بچنے کے لئے پی پی کا ساتھ چھوڑ کر آئی جے آئی کے ساتھ معاہدہ کر لیا تاکہ عوام سے کہا جا سکے کہ ہم اپوزیشن میں ہیں اس لئے عوام کے مسائل حل نہیں کروا سکے۔ ایم کیو ایم اور آئی جے آئی کا معاہدہ ملک کے لئے اتنا خطرناک ثابت ہوا کہ باب الاسلام سندھ میں تاریخ کے خوفناک ہنگامے شروع ہوئے جس سے سابقہ تمام ریکارڈ ٹوٹ گئے ہیں اور اب شہر میں فوج کی حکمرانی ہے اور ایم کیو ایم کی قیادت کونسلر سے لے کر بڑے پیر صاحب تک غائب ہے کارکن اور ووٹر منہ اٹھا کر دیکھتے ہیں کہ ان کی قیادت کب ان کی مدد کو پہنچے گی لیکن ان کے قائد گردوں کے آپریشن کے بہانے لندن میں "گوریوں" کی مہمان نوازی سے لطف اندوز ہو رہے ہیں۔

کبھی یہی الطاف حسین کراچی حیدرآباد میں قائد اہلسنت کے خلاف بڑی لمبی زبان نکال کر کہا کرتے تھے کہ جب بھی کراچی میں کوئی مصیبت آئی ہے مولانا نورانی ملک سے باہر ہوتے ہیں حالانکہ مولانا شاہ احمد نورانی جہاں بھی ہوں تبلیغ اسلام میں مصروف رہتے ہیں اور ان کے عالمی دورے صرف اسی مقصد کے لئے ہوتے ہیں لیکن اب کراچی اور حیدرآباد کے عوام پر تاریخ کی سب سے بڑی مصیبت ٹوٹی ہے گھروں کے گھر... جلا دیئے گئے ہیں بچوں اور عورتوں کے جلوسوں پر گولیوں کی بارش ہوتی رہی ہلاک ہونے والوں کی تعداد سینکڑوں سے گزر کر ہزاروں تک پہنچ چکی ہے لیکن ان کا "قائد" اب لندن میں بیٹھا تماشا دیکھ رہا ہے۔

بعض باخبر حلقوں کا کہنا ہے کہ الطاف حسین

ص ۳۱ پر

تحریر: انور رضا

بھارتی ویڈیو فلموں کا کرشمہ

نوجوان نسل تباہی کے دہانے پر

۱۹۷۱ء میں مسلح جارحیت کے ذریعے پاکستان کے دو ٹکڑے کرنے کے بعد اگرچہ بین الاقوامی دباؤ کے تحت بھارت نے جنگ بند کر دی تھی لیکن اس وقت سے آج تک بھارت کی یہ جنگ بندی صرف سرحدی فوجی محاذ تک ہی محدود رہی ہے ورنہ پاکستان کے خلاف اس نے اپنی سفارتی، ثقافتی اور نفسیاتی جنگ مسلسل جاری رکھی ہوئی ہے اس ثقافتی حملے میں اس کا موثر ترین ہتھیار اس کی فلموں کے وہ ویڈیو کیسٹ ہیں جو ہر سال سیکڑوں کی تعداد میں پاکستان اسمگل کرائے جاتے ہیں۔

۱۹۷۵ء تک ویڈیو فلموں کا دائرہ کراچی اور ملک کے دوسرے بڑے شہروں تک محدود تھا، اس زمانے میں وی۔ سی۔ آر پر پابندی کے قانون پر بھی ذرا سختی سے عمل درآمد ہوتا تھا، لوگ چوری چھپے اس وقت کے ماڈل کے بھاری بھرکم وی۔ سی۔ آر کو ایک جگہ سے دوسری جگہ لے جاتے تھے اور بیس پچیس روپے کے ٹکٹ میں انڈین فلمیں دیکھا کرتے تھے' لوگوں کے پاس اپنے وی۔ سی۔ آر بھی کم تعداد میں تھے اور زیادہ تر لوگ کرائے پر وی سی آر لیکر فلمیں دیکھا کرتے تھے، اس زمانے میں چوبیس گھنٹے کیلئے وی سی آر کا کرایہ ۱۵۰ سے ۲۰۰ روپے تک وصول کیا جاتا تھا، یہ وہ زمانہ تھا جب وی سی۔ آر کا کاروبار کرنے والوں اور پولیس نے خوب دولت کمائی۔

آہستہ آہستہ نرمی ہوتی گئی، وی سی آر پر لائسنس ختم کر کے اسے قانونی شکل دے دی گئی اور ساتھ ہی ہر علاقے میں ویڈیو فلموں کی دکانیں امربیل کی طرح پھیلنے لگیں اور آج پاکستان کے کسی شہر کا شاید ہی کوئی ایسا علاقہ ہو جہاں ویڈیو فلموں کی دکان موجود نہ ہو پاکستان میں ویڈیو فلموں کے کاروبار نے اسمگلروں کے وارے نیارے کر دیئے اور آج حالت یہ ہے کہ بہت سی نئی بھارتی فلمیں بھارت سے پہلے پاکستان میں ویڈیو پر دیکھ لی جاتی ہیں۔

کراچی میں رینبو سینٹر صدر ویڈیو فلموں کی ترسیل کا سب سے بڑا مرکز ہے اس کے علاوہ بولٹن مارکیٹ، کلفٹن اور لیاقت آباد وغیرہ میں بھی یہ کاروبار مسلسل تیزی کا رجحان رکھتا ہے ویڈیو کے ان بڑے بڑے مراکز سے شہر کے دیگر علاقوں کو ماسٹر پرنٹ سے متعدد کاپیاں تیار کر کے تقسیم کی جاتی ہیں اس طرح ایک اسمگل شدہ پرنٹ سے دیکھتے ہی دیکھتے ہزاروں کیسٹ تیار ہو کر مارکیٹ میں پھیل جاتے ہیں۔

دلچسپ بات یہ ہے کہ انڈین ویڈیو فلموں کا یہ تمام کاروبار آغاز سے آخری مرحلے تک تمام کا تمام غیر قانونی ہے لیکن بھتے کی طاقت دیگر جرائم کی طرح اس جرم کی طرف سے بھی متعلقہ حکام کی آنکھیں بند کرنے پر قادر ہے۔

ویڈیو پر اگرچہ انڈین فلموں کے علاوہ پاکستانی فلمیں، ڈرامے، لوک گیت، اسٹیج شو اور غیر ملکی پروگرام بھی دستیاب ہیں لیکن زیادہ مقبولیت انڈین فلموں کو حاصل ہے،

پاکستانی فلمیں زیادہ تر قانونی طور پر شالیمار ریکارڈنگ کمپنی کے توسط سے ویڈیو پر ریلیز کی جاتی ہیں لیکن ایسے گروہ بھی موجود ہیں جو پاکستانی فلموں کی نمائش کے فوری بعد یا بعض اوقات عام نمائش

سے پہلے ہی ان فلموں کو ویڈیو پر منتقل کرکے مین کیا جاتا ہو جاتے ہیں۔ اسطرح سینما گھروں میں فلم دیکھنے کے رجحان میں خاصی کمی ہو گئی ہے اور پاکستانی فلم ساز سخت پریشانی کا شکار ہیں۔

پاکستانی معاشرے اور خصوصاً نوجوان نسل میں سب سے زیادہ منفی اثرات بھارت کی مخرب اخلاق، فحش اور تیسرے درجے کی ویڈیو فلموں نے پیدا کئے ہیں کم عمر بچے بھی آجکل متھن، جیتندر اور سری دیوی کے ناموں سے خوب واقف ہیں اسی سلسلے میں ہماری ملاقات لیاری کے علاقے میں رہائش پذیر ۱۲ سالہ شہزاد عرف شاہ جی سے ہوئی، یہ نوعمر لڑکا انڈین فلموں کا خطرناک حد تک رسیا ہے، ہمارے استفسار پر اس نے بتایا کہ وہ زیادہ تر متھن کی فلمیں پسند کرتا ہے کیونکہ اس کا ڈانس اور فائٹ "زبردست" ہوتی ہے اس کے ساتھ ہی جب ہم نے اس کے اسکول کے سالانہ امتحان کے نتیجے کے بارے میں معلوم کیا تو پتہ چلا کہ موصوف "ترقی پاس" ہیں۔

اس طرح کے ہزاروں شہزادے آج ہمارے معاشرے، ہمارے والدین اور حکومت وقت کے لئے ایک سوالیہ نشان ہیں کہ ان بچوں کا مستقبل کیا ہوگا جنہیں آج تحریک آزادی کے رہنماؤں میں سے بمشکل صرف قائداعظم کا نام ہی یاد رہ گیا ہے؟ جبکہ انڈین فلموں اور اداکاروں کے نام انہیں درجنوں کی تعداد میں ازبر ہیں

لیاقت آباد میں واقع ایک ویڈیو کی دکان کے مالک نے بتایا کہ اس کی دکان پر زیادہ تر ڈیمانڈ تازہ ترین فلموں کی ہوتی ہے، آمدنی کے لحاظ سے متھن امیتابھ، جیتندر، دھرمیندر، سری دیوی، ریکھا اور میناکشی کی فلمیں زیادہ کامیاب ہوتی ہیں۔ جہاں نے بتایا کہ عام طور پر نئی فلموں کا کرایہ ۲۰ گھنٹے کیلئے ۱۰ سے ۱۵ روپے وصول کیا جاتا ہے جبکہ پرانی فلمیں ۵ سے ۱۰ روپے یومیہ کرایہ پر فراہم کی جاتی ہیں۔

ویڈیو فلموں کے ہتھیار کے ذریعے بھارت نے جو ثقافتی یلغار گزشتہ دس پندرہ سالوں سے کی ہوئی ہے اس کے زہریلے اثرات اب پوری طرح ہمارے معاشرہ میں سرایت کر چکے ہیں اور اگر اس یلغار کو اب بھی روکا نہ گیا تو بہت جلد ہمارا معاشرہ بھارت کی نام نہاد سیکولرزم سے متاثر ہو چکا ہوگا۔ اس
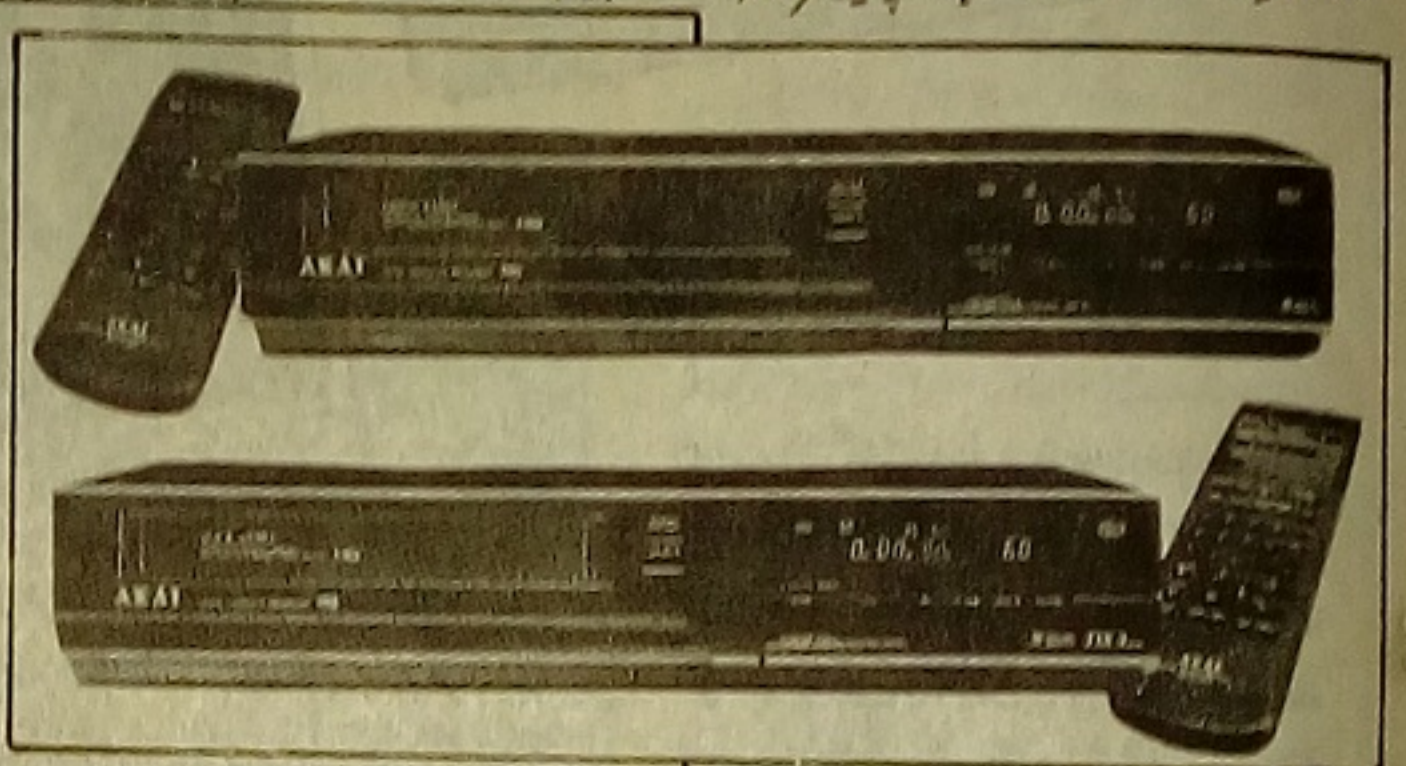
> بھتے کی طاقت
> دیگر جرائم کی طرح
> اس جرم کی طرف سے
> بھی متعلقہ حکام کی آنکھیں
> بند کرنے پر قادر ہے۔

نام نہاد سیکولرزم کا اظہار وہ اپنی فلموں میں ایک آدھ اسلامی منظر دکھا کر کرتے ہیں اور ہمارے نادان شائقین یہ منظر دیکھ کر بہت خوش ہوتے ہیں اور یہ سمجھتے ہیں کہ شاید بھارت میں ہندو مسلمان اور سکھ وغیرہ سب مل جل کر ہنسی خوشی زندگی بسر کر رہے ہیں جبکہ حقیقت اس کے قطعی برعکس ہے اور اس نام نہاد سیکولر بھارت کا دامن اب تک ہزاروں مسلم کش فسادات سے داغدار ہو چکا ہے کشمیری مسلمانوں پر اس کے وحشیانہ مظالم نے تو بھارت کی سیکولرزم کی پول بھی کھول کر رکھ دی ہے۔

ہماری تجویز ہے کہ انڈین فلموں کی امپورٹ اس کے ماسٹر پرنٹ سے مزید کیسٹوں کی تیاری، ان کی ریلیز اور تقسیم پر مکمل پابندی عائد کی جائے لیکن چونکہ موجودہ حکومت نے لائسنس فیس کے ذریعے ویڈیو شاپس کو قانونی تحفظ فراہم کردیا ہے لہٰذا اس تجویز پر عملدرآمد کا امکان بہت کم ہے

متبادل طریقہ یہ ہو سکتا ہے کہ بھارتی ویڈیو فلموں کی درآمد کی اجازت دے کر ان پر بھاری ٹیکس عائد کر دیا جائے اور کلیئرنس سے پہلے ان فلموں کو سنسر کرکے ان کے مخرب اخلاق اور قابل اعتراض حصوں کو ضائع کردیا جائے اور ویڈیو فلموں کے تمام بڑے بڑے تقسیم کنندگان اور ان کی ایسوسی ایشن کے نمائندوں کو اعتماد میں لیکر اس امر کا پابند کیا جائے کہ وہ صرف معیاری فلموں ہی کا کاروبار کریں گے اور تمام مخرب اخلاق اور قابل اعتراض فلموں کو ملک اور قوم کے مفاد میں از خود ضائع کردیں گے۔

ویڈیو شاپس کے مالکان کے لئے بھی ان کی دکان میں موجود تمام فلموں کے سنسر سرٹیفکیٹس کی نقول کی موجودگی کو لازمی قرار دیا جائے ان اقدامات سے ایک تو قوم کو فحش اور غیر معیاری فلموں سے نجات ملے گی اور دوسری طرف حکومت کو بھی ٹیکسوں اور سنسر سرٹیفکیٹ فیس کی مد میں لاکھوں روپے کی آمدنی ہو سکے گی۔

ویڈیو فلموں کے حوالے سے ایک اور پہلو بھی قابل ذکر ہے مختلف علاقوں خصوصاً کراچی کے لانڈھی، کورنگی، لیاقت آباد، لیاری اور لائنز ایریا وغیرہ کے علاقوں اور اندرون سندھ چھوٹے چھوٹے شہروں اور دیہاتوں میں جگہ جگہ ہوٹلوں اور کرائے کے کمروں میں ویڈیو فلموں کی نمائش عام ہو گئی ہے یہاں دو تین روپے ٹکٹ پر نئی نئی انڈین فلموں کی نمائش باقاعدہ پبلسٹی کے ساتھ کی جاتی ہے اور ان کے شو ٹائم بھی سینماؤں کی طرح فکس ہیں، ان منی سینما گھروں میں کم عمر بچے، نوجوان اور بوڑھے سب ہی بڑے شوق سے یہ فلمیں دیکھتے ہیں پولیس سے تو کسی قسم کی توقع ہی فضول ہے کہ یہ سب کچھ اس کے تعاون کے بغیر ہو ہی نہیں سکتا، البتہ ہم ہر علاقے کے منتخب نمائندوں، کونسلرز، ایم پی اے اور ایم این اے صاحبان سے مؤدبانہ گزارش کریں گے کہ وہ اپنے اپنے علاقوں میں قائم ان غیر قانونی نمائش گھروں کے خاتمے کے لئے مؤثر اقدامات کریں، امن امان اور دہشت گردی کے خاتمے کے لئے تو عوام نے فوج پر انحصار کرنا شروع کر دیا ہے،

باقی صفحہ ۵۰ پر

عورت کی حکمرانی

مولانا عطا محمد بندیالوی

خلاصہ اعتراض یہ ہے کہ علامہ تفتازانی کو اس حدیث کو اصلیت خبر واحد کہنا درست نہیں ہے اور اس کی وجہ یہ ہے کہ تفتازانی متکلمین سے ہے اور متکلمین جمیع حدیث میں کمزور ہوتے ہیں حقیقت یہ ہے کہ ابن حجر نے صواعق محرقہ میں فرمایا کہ یہ حدیث متواتر ہے اور اس کو تقریباً چالیس صحابہ نے روایت کیا ہے اور خبر متواتر اعتبار اصل کے قطعی کا فائدہ دیتی ہے خلاصہ اعتراض یہ کہ علامہ تفتازانی نے حدیث الائمۃ من قریش کو اصل کے لحاظ سے قطعی اور خبر واحد قرار دیا اور اجماع صحابہ کے لحاظ سے قطعی قرار دیا یعنی یہ حدیث صرف ایک وجہ سے قطعی ہے اور صاحب نبراس نے کہا کہ ابن حجر اس حدیث کو دو وجہ سے قطعی قرار دیا یہاں یہ جاننا ضروری ہے کہ حدیث متواتر بمنزلہ آیۃ قرآنی ہے اور اس کے انکار سے کفر کا خطرہ ہے اور اس کے علاوہ اس پر اجماع صحابہ بھی ہے اور اس اجماع کا انکار بھی کفر کے خطرہ سے خالی نہیں ہے تو صاحب نبراس کی تحقیق کے مطابق اس حدیث کا انکار دو وجہ کفر کا سبب ہے اور علامہ تفتازانی کی تحقیق کے مطابق اس حدیث کا انکار صرف ایک وجہ سے کفر کا سبب ہے یہاں یہ جاننا بھی ضروری ہے کہ سیدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کی خلافت پر صرف اجماع صحابہ ہے کوئی خبر متواتر نہیں اس کے باوجود اس خلافت کا انکار کفر ہے اور امام کا قریشی سے ہونا اجماع صحابہ سے بھی ثابت ہے اور خبر متواتر سے بھی تو نتیجہ یہ ہوا کہ امام کے قریشی سے ہونے کی قطعیت سیدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی خلافت کی قطعیت سے زیادہ ہوگی تو اس کے منکر کو بطریق اولیٰ کفر کا خطرہ ہے۔ مقصد سوال تین دعوے تھے علامہ تفتازانی نے ہر ایک پر دلیل دی دعویٰ اول یہ تھا کہ امام کا قریشی ہونا ضروری ہے اور غیر قریشی امام نہیں ہوسکتا۔ اس دعویٰ پر دلیل حدیث الائمۃ من قریش اور لفظ الائمۃ پر ال استغراق کا ہے اس دلیل پر ایک اعتراض تھا اور اس کے دو جواب دیئے گئے جواب اول علامہ تفتازانی نے دیا اور جواب دوم ابن حجر اور صاحب نبراس نے دیا اب دلیل اور اعتراض و جواب سے چند امور واضح ہوئے خود فرما دیں۔

امر اول جب انصار نے ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہم سے حدیث سماعت کی تو اس پر کوئی اعتراض نہ کیا کہ قریش میں کون سی خصوصیت ہے جو کہ غیر قریش میں نہیں ہے۔ جس کی وجہ سے قریشی امامت کے مستحق ہیں اور غیر قریش مستحق نہیں ہیں۔ بلکہ انصار نے بغیر چون و چرا اس حدیث کو تسلیم کر لیا اور اپنے مطالبہ امامت سے دستبردار ہوگئے ان کا ایمان تھا کہ جیسے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے قریش کو مستحق امامت ٹھہرایا تو لازمی طور پر قریش میں کوئی خصوصیت ہے جو کہ غیروں میں نہیں ہے اگرچہ ہم کو وہ خصوصیت معلوم نہیں ہے یہ حالت آج کل کے جدید ذہن کے کہ یہ ذہن اس فرمان نبوی کو آسانی سے تسلیم نہیں کرے گا بلکہ یہ کہے گا کہ سب مسلمان برابر ہیں لیکن بندہ اس جدید ذہن کو کہتا ہے کہ اس فرمان نبوی میں شک سے تمہارے ایمان کو خطرہ لاحق ہو جائے گا۔ صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم اور ہمارے ایمان میں یہی فرق ہے امر دوم یہ درست ہے کہ عورت امام نہیں ہوسکتی لیکن یہ خبر واحد سے ثابت ہے اس پر کوئی خبر متواتر نہیں ہے اور ہاشمی کا امام ہونا اور غیر ہاشمی کا امام نہ ہونا یہ خبر متواتر سے ثابت ہے پاکستان میں آج تک جتنے سربراہان ہوئے بندہ کے خیال میں کوئی بھی ہاشمی نہیں تھا بلکہ سب غیر ہاشمی تھے اس کے باوجود تمام علماء اور مشائخ ۲۰ مارچ کو اجلاس لاہور میں شریک ہوئے انہوں نے اور ان کے آباء و اجداد اور مشائخ نے ان تمام غیر ہاشمی سربراہان مملکت کی سربراہی کو تسلیم کیا اور کسی کے خلاف کوئی فتویٰ نہ دیا۔ لیکن آج یہ لوگ عورت کی سربراہی کے خلاف شور مچا رہے ہیں بندہ ان علماء و مشائخ کو چیلنج کرتا ہے کہ وہ فرق بتائیں کہ انہوں نے اور ان کے آباء

وہ سربراہ جو عورت نہیں ہوسکتی اس کی تعریف صرف صدر مملکت پر صادق آتی ہے نہ کہ وزیر اعظم پر

ومشائخ نے غیر ہاشمی کی سربراہی کو تو تسلیم کر لیا حالانکہ یہ خبر متواتر کے اور اجماع صحابہ کے خلاف ہے جس کا انکار کفر ہے اور عورت کی سربراہی کے خلاف شور مچا یا ہوا ہے حالانکہ یہ خبر واحد کے خلاف ہے جس کا انکار کفر نہیں ہے خلاصہ یہ کہ تم نے اور تمہارے اکابرین نے حدیث متواتر کو تو نظر انداز کر دیا اور خبر واحد کو اچھالا تو یہ یا تو جہالت پر مبنی ہے کہ تم کو اس حدیث کا علم تک نہیں اور یا یہ عناد پر مبنی ہے یعنی اس عورت کے ساتھ عناد اور ذاتی مخاصمت ہے جن علماء ومشائخ میں کوئی حمیت ہے وہ بندہ کے اس چیلنج کا جواب دیں۔

امر سوم آج کل سربراہ دو قسم کے ہیں۔ اول سربراہ مملکت جس کو صدر کہا جاتا ہے۔ دوم سربراہ حکومت جس کو وزیر اعظم کہا جاتا ہے۔ اب دیکھنا یہ ہے کہ مسلمانوں پر جو تقرر امام واجب ہے اور وہ عورت نہیں ہو سکتی اور اس امام کا قریشی ہونا ضروری ہے کیا اس سے مراد ہر ایک سربراہ ہے یعنی صدر اور وزیر اعظم ہر دو کا شرعی امام ہونا لازمی ہے یا ان سے صرف ایک کا شرعی امام ہونا ضروری ہے تو پھر وہ کون ہو گا۔ صدر یا وزیر اعظم اور تیسری صورت یہ ہے کہ ہر ایک مستقل امام نہ ہو بلکہ ہر دو کا مجموعہ امام ہو اب بندہ اس پر بحث کرتا ہے گزارش یہ ہے کہ یہ ایک مسلمہ حقیقت ہے جس سے انکار کوئی جاہل ہی کر سکتا ہے کہ ہر شے کی پہچان اس کی تعریف سے ہوتی ہے اب دیکھنا ہے کہ امام کی تعریف کیا ہے اگر وہ تعریف ہر ایک پر صادق آئے تو دونوں مستقل طور پر امام ہوں گے اور اگر تعریف صرف ایک پر صادق آتی ہے نہ دوسرے پر تو وہی امام ہو گا۔

یہاں یہ جاننا ضروری ہے کہ نصب امام کا مسئلہ دراصل علم فقہ کا مسئلہ ہے کیونکہ نصب امام افعال مکلفین سے ہے اور افعال مکلفین کی بحث علم فقہ میں ہوتی ہے لیکن چونکہ اس مسئلہ میں اختلاف بہت ہے اور اس میں اعتقاد کے خراب ہونے کا خطرہ ہے اس لئے مسئلہ امامت کی تفصیل علم کلام میں ہے اور علم فقہ میں اس کا ذکر اجمال کے طور پر آئے گا۔

اب امامۃ کی تعریفیں ملاحظہ ہوں۔ تعریف اول در مختار میں ہے :۔

خلاصہ عبارت یہ ہے کہ امامۃ میں مخلوق پر تصرف عام کا استحقاق ہوتا ہے اور لفظ علی الانام یہ تصرف کے متعلق ہے نہ کہ استحقاق اور عام کے متعلق کیونکہ اگر استحقاق کے متعلق ہو تو یہ معنی ہو گا کہ مخلوق پر استحقاق تصرف عام ہے حالانکہ یہ درست نہیں ہے کیونکہ لوگوں پر طاعۃ امام ضروری ہے نہ کہ امام کا تصرف اور اگر علی الانام متعلق استحقاق کے ہو تو یہ معنی ہو گا کہ لوگوں پر مستحق تصرف امام ہے اور لفظ عام کے متعلق بھی نہیں ہے کیونکہ عام کا صلہ باء آتا ہے نہ کہ علی چنانچہ محاورہ ہے عام بکذا لا علیہ خلاصہ تعریف یہ ہوا کہ امامۃ میں لوگوں پر تصرف عام کا استحقاق ہوتا ہے جس کو لوگوں پر تصرف خاص کا استحقاق ہو وہ امام نہیں ہے شامی میں تعریف کے جنس اور فصل کو اس طرح بیان کیا۔ یعنی عموم کی قید اس لئے لگائی تاکہ قاضی اور امیر خارج ہو جائے کیونکہ ان ہر دو کو تصرف عام کا استحقاق نہیں ہوتا بلکہ تصرف خاص کا استحقاق حاصل ہوتا ہے کیونکہ جس علاقہ کا قاضی اور حاکم مقرر کیا گیا ہے اس کا حکم صرف انہی لوگوں پر جاری ہو گا جو اس علاقہ کے رہنے والے ہیں نہ کہ سارے ملک پر اب عورت اور غیر قریشی امام تو نہیں ہو سکتے۔ لیکن کسی خاص علاقہ کے قاضی

یہ خیال کہ عورت مطلقاً حکمران نہیں ہو سکتی جہالت پر مبنی ہے

اور حاکم ہو سکتے ہیں تو جو لوگ یہ کہتے ہیں کہ عورت بالکل حاکم نہیں ہو سکتی ان کا یہ قول دین سے بے خبری پر مبنی ہے اور وہ نام نہاد علامۃ ہیں۔ تعریف دوم مواقف اور شرح مواقف میں ہے۔

خلاصہ عبارت یہ ہے کہ امامۃ یہ ہے کہ ایک شخص کے لئے دین اور دنیاوی امور میں ریاست اور سرداری عام حاصل ہو کوئی دینی اور دنیاوی شعبہ اس کی ریاست سے خارج نہ ہو اس کے بعد تعریف کے جنس اور فصل بیان کرتا ہے کہ عموم کی قید سے قاضی اور رئیس اور ہر وہ آدمی خارج ہو گیا جس کو بادشاہ نے کسی خاص علاقہ پر سردار مقرر کیا ہو اب اس تعریف سے بھی معلوم ہوا کہ جو لوگ امام نہیں ہو سکتے جیسے عورت اور غیر قریشی یہ لوگ قاضی اور کسی خاص علاقہ کے رئیس اور حاکم ہو سکتے ہیں۔ اور جو آخری قید ہے اس سے مجموعہ امت خارج ہو گئی کیونکہ ساری امت مجموعی طور پہ امام نہیں ہو سکتی کیونکہ وہ ایک شخص نہیں ہے بلکہ متعدد اشخاص کا مجموعہ ہے اس تعریف سے یہ امر واضح ہو گیا کہ امام صرف ایک ہو گا۔ متعدد امام نہیں ہو سکتے نہ ہر ایک مستقل امام ہو سکتا ہے اور نہ مجموعہ من حیث مجموعہ۔ یہ تعریف دوم اور تعریف اول تقریباً ایک جیسی ہیں۔ اب ان ہر دو تعریف پر اعتراض کرتا ہے اس مجموعہ کی صورت یہ ہے کہ امام فاسق ہو گیا اور اہل حل وعقد جنہوں نے اس امام کا تقرر کیا تھا۔ انہوں نے امام کو معزول کر دیا تو اب وہ اہل حل وعقد مجموعی طور پہ امام نہیں ہو سکتے کیونکہ وہ ایک شخص نہیں ہیں۔ اس تعریف سے یہ امر واضح ہو گیا کہ شرعی امام صرف ایک ہوتا ہے امام متعدد نہیں ہو سکتے نہ ہر ایک مستقل اور نہ مجموعہ من حیث مجموعہ تعریف اول اور دوم ہر دو تقریباً ایک جیسی ہیں اب ان ہر دو تعریف پر صاحب مواقف اعتراض کرتا ہے۔ ملاحظہ ہو :۔

خلاصہ اعتراض یہ ہے کہ نبوۃ اور امامت ایک چیز نہیں بلکہ متغائرہ ہیں اور یہ تعریف نبوۃ پر بھی صادق آتی ہے کیونکہ تمام لوگوں پر تصرف عام کا نبی مستحق ہوتا ہے اور نبی کی بھی امور دینی اور دنیاوی میں ریاست اور سرداری عام ہوتی ہے تو تعریف مانع نہ ہوئی اس کے بعد تعریف سوم کرتا ہے اور یہ تعریف جامع مانع ہے۔ تعریف سوم۔

خلاصہ تعریف سوم یہ ہے کہ امامۃ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خلافۃ کا نام ہے اور یہ خلافت اقامۃ دین میں ہے اور ملۃ کے مجموعہ کی حفاظت میں ہے اور اس کی اتباع تمام امت پر واجب ہوتی ہے۔ اس آخری قید سے قاضی اور مجتہد خارج ہو گئے کیونکہ قاضی اور مجتہد کی اتباع ساری امت پر واجب نہیں ہے بلکہ قاضی کی اتباع صرف اس حلقہ کے لوگوں پر ہے جس حلقہ کا وہ قاضی ہے یا ان لوگوں پر ہے جن کا مقدمہ اور کیس قاضی کے پاس ہے اسی طرح مجتہد کی اتباع صرف اس کے مقلدین پر واجب ہے اب اس تیسری تعریف پر وہ اعتراض نہیں ہوتا جو کہ تعریف اول اور دوم پر ہوتا ہے کہ ہر دو تعریف نبوت پر بھی صادق آتی ہیں حالانکہ امامت اور نبوت دو متغائرہ چیزیں ہیں تیسری تعریف پر اعتراض اس لئے نہیں ہوتا کہ نبوۃ کسی رسول کی خلافت نہیں ہے۔ بلکہ نبوۃ شریعت مطہرہ کی بعثت ہے۔ بندہ دوبارہ یہاں ذکر کرتا ہے کہ یہ جو شرع شریف کا مسئلہ ہے کہ عورت امام اور حاکم نہیں ہو سکتی اس سے مراد وہ حکومت اور امامت ہے جس کی تین تعریف ذکر کی گئی ہیں اس کے سوا بعض صورتوں میں عورت حاکم ہو سکتی ہے جیسا قاضی یا ملک کے کسی خاص حصہ کی حکومت البتہ عورت جیسا کہ امامت کبریٰ کی اہل نہیں ہے امامت صغریٰ کی بھی اہل نہیں ہے یعنی نماز کی امامت کی بھی اہل نہیں ہے اب دیکھنا یہ ہے کہ امامت کی جو تین تعریف کی گئی ہیں یہ صرف صدر پہ صادق آتی ہیں یا کہ صرف وزیر اعظم پہ یا ہر ایک پر یا ہر دو کے مجموعہ من حیث مجموعہ

فرق بیان فرمائے فرق چہارم میں بیان فرماتے ہیں (خلیفہ ایک وقت میں تمام جہان میں ایک ہی ہو سکتا ہے اور سلاطین دس ملکوں میں دس) یہ عبارت شرح مواقف کی عبارت مذکورہ بالا کے بظاہر متصادم ہے جس میں تصریح ہے کہ وسیع و عریض ملک میں متعدد امام ہو سکتے ہیں لہٰذا اعلیٰ حضرت کی عبارت کی توجیہ لازم ہے۔ صورۃ دوم: اور اگر ہر دو اماموں سے کوئی مقدم نہیں ہے یا واقع میں ایک مقدم اور دوسرا مؤخر ہے لیکن ہم کو علم نہیں ہے کہ کون مقدم اور کون مؤخر ہے تو سب کی امامت باطل ہے اور نئے سرے سے مسلمان صرف ایک امام کا تقرر کریں جس کو وہ پسند کرتے ہیں۔

دلیل سوم امیر عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے امامت اور خلافت کو چھ آدمیوں کے درمیان شوریٰ مقرر فرمایا تھا شرح عقائد میں علامہ تفتازانی ؒ نے اس پر اعتراض کیا اور پھر ایک جواب علامہ تفتازانی ؒ نے خود دیا اور دوسرا جواب علامہ خیالی ؒ نے دیا اب سوال اور اس کے دونوں جواب ملاحظہ ہوں۔

خلاصہ سوال یہ ہے کہ فاروق اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے جو امامۃ کو چھ آدمیوں کے درمیان شوریٰ قرار دیا یہ کس طرح درست ہے حالانکہ ایک زمانہ میں دو امام بھی نہیں ہو سکتے چہ جائیکہ چھ امام ایک زمانہ میں ہوں۔ اس کے بعد علامہ تفتازانی ؒ نے اپنے سوال کا یہ جواب دیا ملاحظہ ہو:۔

خلاصہ جواب یہ ہے کہ متعدد اماموں کا تقرر جو منع ہے تو یہ اس صورت میں ہے کہ ہر امام مستقل ہو اور ہر ایک کی مستقل طاعۃ واجب ہو اور یہ قبیح ہے کیونکہ اس صورت میں ہو سکتا ہے کہ ہر ایک کا حکم دوسرے کی ضد ہو اور دو ضدوں پر عمل محال ہے اور فاروق اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے جو چھ آدمیوں پر مشتمل شوریٰ قائم کی تو یہ ہر ایک مستقل امام نہیں تھا بلکہ مجموع من حیث مجموع بمنزل ایک امام کے تھے تفتازانی ؒ کا یہ جواب درست نہیں ہے کیونکہ قبل ازیں شرح مواقف کی عبارت میں تصریح گزر چکی ہے کہ امام کے لئے شخص واحد ہونا ضروری ہے اور اہل حل و عقد جب امام کو فسق کی وجہ سے معزول کر دیں تو یہ امام نہیں ہو سکتے کیونکہ اہل حل و عقد کل من حیث کل شخص واحد نہیں ہیں چونکہ یہ جواب درست نہیں تھا اس لئے علامہ خیالی ؒ نے اور جواب دیا ہے جس پر یہ اعتراض نہیں ہے۔ علامہ خیالی ؒ کا جواب ملاحظہ ہو۔

خلاصہ جواب یہ ہے کہ چھ آدمیوں پر جو شوریٰ مشتمل تھی وہ تو ہر ایک امام مستقل تھا کہ تعدد امام لازم آئے اور احکام متضادہ پر عمل لازم آئے اور نہ مجموع من حیث مجموع امام تھا کہ شخص واحد کے منافی ہو بلکہ شوریٰ کا مطلب یہ تھا کہ چھ آدمی باہم مشورہ کر کے ان چھ سے ایک آدمی امام مقرر کریں اور امامت ان چھ سے تجاوز نہ کرے یعنی ان چھ کے علاوہ کسی کو امام مقرر نہ کریں اور ان چھ کے علاوہ کوئی آدمی بھی ان چھ سے کسی ایک کو امام مقرر نہیں کر سکتا اور اس وقت کوئی اشکال نہیں ہے۔ علامہ خیالی ؒ نے جو اخیر میں فرمایا کہ لا اشکال اصلاً اس عبارت سے دو چیزوں کی طرف اشارہ ہے اول یہ کہ علامہ خیالی ؒ کے جواب پر کوئی اعتراض نہیں ہے۔ دوم یہ کہ تفتازانی کے جواب پر اعتراض ہے بہر حال شرح عقائد اور خیالی کی عبارت سے یہ ثابت ہو گیا ہے کہ امام متعدد نہیں ہو سکتے اب بندہ ان علماء و مشائخ سے جو ۲۲ مارچ کے اجلاس لاہور میں شریک ہوئے یہ سوال کرتا ہے کہ آپ کے نزدیک جب عورت وزیر اعظم نہیں ہو سکتی کیونکہ وزیر اعظم بھی سربراہ ہے اور سربراہ عورت نہیں ہو سکتی تو آپ کی منطق کے مطابق وزیر اعظم کا عہدہ بھی غیر شرعی ہے کیونکہ اگر یہ عہدہ تسلیم کیا جائے تو ایک ملک کے دو امام لازم آئیں گے صدر اور وزیر اعظم اور یہ شرعاً ممنوع ہے اب سوال یہ ہے کہ قیام پاکستان سے لے کر آج تک صدر اور وزیر اعظم دونوں عہدے آ رہے ہیں اور مذکورہ بالا علماء و مشائخ اور ان کے آباء اور مشائخ نے دونوں عہدوں کو تسلیم کیا ہے اور اس پر کوئی اعتراض نہیں کیا یہ علماء و مشائخ اس کا جواب دیں چونکہ یہ دور جہالت ہے اور مذکورہ بالا علماء و مشائخ اس کی زد میں ہیں اور ان کو اس کا علم تو ہو گیا کہ عورت سربراہ نہیں ہو سکتی اور عورت کے خلاف ایک طوفان کھڑا کر دیا اور ان کو اس امر کا علم ہی نہیں ہے کہ جس طرح عورت سربراہ نہیں ہو سکتی اسی طرح
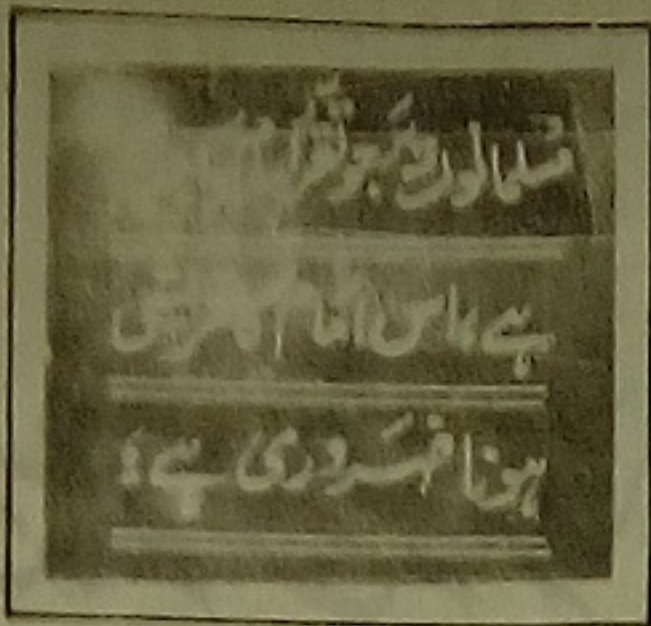
قاضی اور مجتہد کی اتباع ساری امت پر واجب نہیں، بلکہ قاضی کی اتباع صرف اس حلقہ کے لوگوں پر ہے جس کا وہ قاضی ہے!

وزیر اعظم اور ایک ملک کے دو امام بھی نہیں ہو سکتے دین سے ناواقفی کی یہ انتہا ہے کہ مذکورہ علماء و مشائخ نے غیر شرعی اور ملک کے دو امام کو تو تسلیم کیا ہے اور عورت کے حکمرانی کے خلاف ہیں حالانکہ شرع شریف میں سب کا حکم ایک ہے مذکورہ بالا علماء و مشائخ کا ان سے بڑا کر [illegible] جہالت یہ ہے کہ عورت کے ساتھ ان کو کوئی [illegible] نہیں ہے بندہ عرض کرتا ہے کہ اس فقیر کے نزدیک بھی عورت کا سربراہ ہونا خلاف شرع ہے بندہ کی تحقیق یہ ہے کہ عورت سربراہ مملکت اور صدر نہیں ہو سکتی اور سربراہ حکومت اور وزیر اعظم ہو سکتی ہے اس کے خلاف کوئی دلیل شرعی نہیں ہے کیونکہ بندہ دلیل سے ثابت کر چکا ہے کہ وہ سربراہ جو عورت نہیں ہو سکتی اس کی تعریف صرف صدر مملکت پر صادق آتی ہے نہ کہ وزیر اعظم پر ان علماء و مشائخ کا یہ خیال ہے کہ عورت مطلقاً سربراہ اور حکمران نہیں ہو سکتی یہ خیال خالص جہالت پر مبنی ہے بندہ نے قبل ازیں امامت کی تین تعریفیں ذکر کی ہیں اور ثابت کیا ہے کہ تینوں تعریفیں صرف صدر مملکت پر صادق آتی ہیں نہ کہ وزیر اعظم پر کیونکہ امامت میں یہ ضروری ہے کہ امام کا تمام لوگوں پر تصرف عام ہو اور یہ امر صرف صدر مملکت میں پایا جاتا ہے نہ کہ وزیر اعظم میں اب ایک صورت یہ ہے کہ امام صدر اور وزیر اعظم دونوں کا مجموعہ ہو نہ کہ ہر ایک اور اس مجموعہ پر امامت کی تعریف صادق آتی ہے لیکن اس میں دو خرابیاں ہیں خرابی اول یہ کہ قبل ازیں گزر چکا ہے کہ اہل حل و عقد امام نہیں ہو سکتے کیونکہ امام کے لئے یہ ضروری ہے کہ وہ ایک شخص ہو اور مجموعہ ایک شخص نہیں ہے بلکہ دو شخص ہیں خرابی دوم جب تعریف مجموعہ پر صادق آتی ہے نہ کہ ہر ایک پر تو پھر عورت حکمران ہو سکتی ہے کیونکہ عورت وہ حکمران نہیں ہو سکتی جس پر امامت کی تعریف صادق آتی ہے اور جو عورت پر تعریف صادق نہیں آتی تو عورت مطلق حکمران ہو سکتی ہے۔ اور یہ امر ان لوگوں کے منافی ہے جو کہ عورت کی مطلق حکمرانی کے خلاف اور منکر ہیں۔ بندہ کو اعتراف ہے کہ میری تحریر اور تقریر میں تکرار ہے اس لئے معذرت کے ساتھ عرض کرتا ہوں کہ تکرار کی وجہ یہ ہے کہ مسئلہ امامت بہت دقیق اور پیچیدہ ہے اور بندہ کے مخاطب نام نہاد مذکورہ بالا علماء و مشائخ ہیں جن کو علماء و مشائخ سے اس لئے شمار نہیں کیا جاتا کہ وہ خود اور بذاتہ عالم اور شیخ ہیں بلکہ اس کی وجہ یہ ہے کہ وہ حضرات علماء و مشائخ کی اولاد ہیں پدرم من سلطان بود۔ تو مضمون میں تکرار اس لئے ہے کہ مذکورہ بالا علماء و مشائخ کی سمجھ میں یہ مسئلہ آ جائے۔

(جاری ہے)

مولانا ابوالکلام آزاد

آزادئ ہند

گاندھی جی نے پوری صورتحال کو ابتر کر دیا

ہمیں اس وقت سخت حیرت ہوئی جب گاندھی نے ہماری تجویز کو قبول نہیں کیا

ڈاکٹر سید محمود اور مسٹر نریمان کے ساتھ برا برتاؤ کیا گیا

جب میں اس کے بارے میں سوچتا ہوں تو میرا ذہن سی آر داس کی جانب چلا جاتا ہے جو ہماری تاریخ کی ایک طاقتور شخصیت تھی مسٹر داس ہماری قومی جد وجہد میں ایک خصوصی حیثیت رکھتے ہیں وہ ایک بلند نظر اور وسیع ذہن کے مالک تھے اس کے ساتھ ساتھ وہ ایک عملی انسان بھی تھے اور ہر مسئلہ کا حقیقت پسندی سے جائزہ لیتے تھے وہ اپنے جس موقف کو درست سمجھتے تھے اس کے لئے بے خوفی سے ڈٹ جانے کا حوصلہ بھی رکھتے تھے جب گاندھی جی نے عدم تعاون کی تحریک شروع کی تو شروع میں مسٹر داس نے اس کی مخالفت کی، ۱۹۲۰ء میں کلکتہ کے خصوصی اجلاس میں ان کی مخالفت کے سبب اس تحریک کے بارے میں کوئی حتمی فیصلہ نہ کیا جا سکا۔ ایک سال بعد جب ناگپور میں کانگریس کا اجلاس ہوا وہ ہماری صفوں میں شامل ہو گئے اور عدم تعاون کا پروگرام منظور کر لیا گیا مسٹر داس کلکتہ میں وکالت کی شاندار پریکٹس کرتے تھے وہ ملک کے کامیاب ترین وکیلوں میں شامل تھے وہ پر تعیش زندگی کے بھی شوقین تھے لیکن انہوں نے تحریک کی خاطر اپنی پریکٹس ایک لمحہ کی ہچکچاہٹ کے بغیر چھوڑ دی کھدر پہننا شروع کر دیا اور خود کو کانگریس کی تحریک کے لئے وقف کر دیا

میں ان سے بہت زیادہ متاثر تھا۔ اور ان کی قومی بیداری کی تاریخ کی موثر ترین شخصیت گردانتا ہوں۔

جیسا کہ میں نے پہلے عرض کیا ہے کہ مسٹر داس ایک عملی ذہن رکھتے تھے اس لئے وہ سیاسی مسائل پر عملی لحاظ سے نظر ڈالتے تھے ان کا خیال تھا کہ اگر ہندوستان کو مذاکرات کے ذریعہ آزادی حاصل کرنا ہے تو ہمیں یہ مرحلہ وار حاصل کرنا چاہئے۔ جہاں گفت و شنید اور ترغیبات کا طریقہ اپنایا گیا ہو وہاں آزادی اچانک حاصل نہیں کی جا سکتی انہوں نے پیش گوئی کی تھی کہ اس سلسلے

بائیکاٹ جاری رکھا جو کامیاب رہا، لیکن ہم نے ایک سنہری موقع گنوا دیا

میں پہلا مرحلہ صوبائی خود مختاری کا حصول ہو گا وہ سمجھتے تھے کہ محدود اختیارات کا حصول ہندوستان کی آزادی کی طرف مراجعت کا سبب بنے گا اور ہندوستانیوں کو مکمل آزادی کی ذمہ داریاں سنبھالنے کے لئے بھی تیار کرے گا مسٹر داس کی اس پیش گوئی اور دور بینی کے مطابق ان کی موت کے دس سال بعد گورنمنٹ آف انڈیا ایکٹ ۱۹۳۵ء انہی خطوط پر نافذ ہوا۔

۱۹۲۱ء میں پرنس آف ویلز، مونٹیگو اصلاحات کی اسکیم کا افتتاح کرنے کے لئے ہندوستان آئے کانگریس نے پرنس کے اعزاز میں دیئے جانے والے تمام استقبالیوں کا بائیکاٹ کا اس اقدام نے گورنمنٹ آف انڈیا کو گومگو کی حالت سے دوچار کر دیا وائسرائے نے برٹش گورنمنٹ کو یقین دلایا تھا کہ پرنس کا ہندوستان میں گرم جوشی سے استقبال کیا جائے گا۔ جب اس کو کانگریس کے فیصلے کا علم ہوا تو اس نے بائیکاٹ کے اس اقدام کو ناکام بنانے کے لئے تمام ممکنہ ذرائع استعمال کئے لیکن حکومت کو کوئی کامیابی نہ ہوئی۔ اور پرنس کا ہر شہر میں سرد مہری سے استقبال کیا گیا۔ پرنس کے دورے کا آخری اسٹیشن کلکتہ تھا جو اس زمانہ میں ہندوستان کا سب سے اہم شہر تھا۔ دارالحکومت دہلی منتقل ہو چکا تھا۔ مگر

وائسرائے سردی کا موسم کلکتہ میں ہی گذارتا تھا۔ اس لحاظ سے یہ سردیوں کا دارالحکومت کہلاتا تھا پرنس کو کلکتہ میں وکٹوریہ میموریل ہال کا سنگ بنیاد رکھنا تھا اس لئے شہر میں ایک خصوصی فنکشن کا اہتمام کیا گیا اور حکومت نے پرنس کے کلکتہ کے دورے کو کامیاب بنانے کے لئے کوئی کسر اٹھا نہ رکھی۔

اسی دوران ہم سب کو علی پور سینٹرل جیل میں رکھا گیا پنڈت مدن موہن مالویہ حکومت اور کانگریس میں مصالحت کرانے کی کوششیں کرتے رہے وہ وائسرائے سے ملے اور اس تاثر کے ساتھ واپس آئے کہ اگر ہم کلکتہ میں پرنس آف ویلز کے دورے کا بائیکاٹ ختم کر دیں تو حکومت کانگریس سے معاملات طے کرلے گی۔ اس مقصد کے لئے پنڈت مدن موہن نے علی پور جیل میں مجھ سے اور مسٹر داس سے ملاقات کی۔ تجویز کی اساس یہ تھی کہ ہندوستان کے سیاسی مستقبل کے سوال کو طے کرنے کے لئے ایک گول میز کانفرنس طلب کی جائے۔ ہم نے پنڈت مالویہ

چرچل نے سر اسٹیفورڈ کو محض امریکی اور چینی دباؤ کے تحت بھیجا تھا

کو کوئی حتمی جواب نہیں دیا کیونکہ ہم اس مسئلہ پر باہمی غور وفکر کرنا چاہتے تھے۔ میں اور مسٹر داس اس نتیجہ پر پہنچے کہ یہ ہمارا بائیکاٹ ہی ہے جس نے گورنمنٹ آف انڈیا کو ہم سے معاملات طے کرنے پر مجبور کیا۔ ہمیں اس صورتحال سے فائدہ اٹھانا چاہیئے اور گول میز کانفرنس میں شریک ہونا چاہیئے۔ یہ بات ہم پر عیاں تھی اس کانفرنس کے ذریعہ مکمل آزادی حاصل نہیں کرسکیں گے۔ تاہم یہ ہماری سیاسی جدوجہد کو بہت آگے بڑھائے گی۔ گاندھی جی کے علاوہ تمام کانگریس کے رہنما جیل میں تھے ہم نے تجویز کیا کہ برطانوی پیشکش کو ہم اس شرط کے ساتھ قبول کرتے ہیں کہ گول میز کانفرنس کے انعقاد سے پیشتر تمام کانگریسی رہنماؤں کو رہا کر دیا جائے۔

ہمیں اس وقت سخت حیرت ہوئی جب گاندھی جی نے ہماری تجویز کو قبول نہیں کیا انہوں نے زور دیا کہ تمام سیاسی لیڈر خاص طور پر علی برادران غیر مشروط طور پر رہا کئے جائیں انہوں نے اعلان کیا کہ گول میز کانفرنس کی تجویز پر اس وقت غور ہوسکتا ہے کہ انہیں رہا کردیا جائے۔ میں نے اور مسٹر داس نے محسوس کیا کہ یہ مطالبہ ایک غلطی تھا۔ کیونکہ جب حکومت نے مان لیا تھا کہ تمام کانگریس لیڈروں کو رہا کر دیا جائے گا تو پھر اس خصوصی رہائی پر زور دینے میں کوئی حکمت نہیں تھی۔ گاندھی جی کی عائد کردہ شرط کی بنا پر نتیجہ یہ نکلا کہ وائسرائے نے گول میز کانفرنس کی تجویز ہی واپس لے لی۔ اس کا اصل مقصد بائیکاٹ ختم کرانا تھا چونکہ سمجھوتہ نہ ہوسکا اس لئے بائیکاٹ جاری رہا جو بہت کامیاب رہا۔ لیکن ہم نے ایک سنہرا موقع گنوا دیا۔ مسٹر داس نے اس فیصلے پر کھلے طور پر اپنی مایوسی اور ناراضگی کا اظہار کیا۔

اس کے بعد گاندھی جی نے ممبئی میں ایک کانفرنس طلب کی جس کے چیئرمین سنکرن نائیر تھے اس کانفرنس میں گاندھی جی نے خود گول میز کانفرنس کی تجویز پیش کی اس کی شرائط وہی تھیں جو پہلے پنڈت مدن موہن مالویہ نے پیش کی تھیں۔ اس دوران پرنس آف ویلز ہندوستان سے جا چکا تھا اور انڈین گورنمنٹ کو اب اس تجویز سے کوئی دلچسپی نہیں رہی تھی لہٰذا انہوں نے گاندھی جی کی تجویز کو مسترد کر دیا۔ مسٹر سی۔ آر۔ داس سخت غصہ میں تھے انہوں نے کہا کہ گاندھی جی نے پوری صورت حال کو ابتر کر دیا۔

کرپس مشن :

جب دوسری جنگ عظیم عروج پر پہنچ گئی تو برطانوی حکومت نے ۱۹۴۲ء میں کرپس مشن ہندوستان بھیجا۔ ہندوستان آنے سے پیشتر سر اسٹیفورڈ کرپس نے وائسرائے ہند کو لکھا کہ وہ کانگریسی لیڈروں کے علاوہ مسلم لیگ کے لیڈروں، ہندو مہاسبھا کے رہنماؤں اور سندھ کے وزیراعلیٰ خان بہادر اللہ بخش سے بھی ملے گا۔

میں سر اسٹیفورڈ کے نئی دہلی آنے کے فوراً بعد ان سے ملا میری ان سے پہلی ملاقات ۲۹ مارچ ۱۹۴۲ء کو ہوئی انہوں نے مجھے اپنی تجاویز پر مشتمل ایک دستاویز دی جب میں نے اس پر نظر دوڑائی تو میں نے دیکھا کہ یہ وائسرائے کی نئی ایگزیکٹو کونسل کی تجویز تھی پرانی کونسل کے تمام ممبران مستعفی ہو جائیں گے۔ کانگریس اور دوسری تنظیموں کے ممبران پر مشتمل ایک نئی کونسل بنائی جائے گی۔ یہ کونسل جنگ کے دوران کام کرے گی۔

ان تجاویز کا خلاصہ یہ تھا کہ انگریز ممبران کی جگہ ہندوستانی ممبران کونسل میں لئے جائیں گے۔ برطانوی افسران بطور سیکریٹریز کام کریں گے۔ تاہم طرز حکومت تبدیل نہیں ہوگا۔ میں نے اسٹیفورڈ سے سوال کیا کہ اس کونسل میں وائسرائے کی پوزیشن کیا ہوگی تو انہوں نے جواب دیا کہ وائسرائے کونسل کے آئینی سربراہ کی حیثیت سے کام کرے گا جیسا کہ انگلینڈ میں بادشاہ ہوتا ہے میں نے دوبارہ پوچھا کہ اختیارات کون استعمال کرے گا۔ مجوزہ کونسل یا وائسرائے۔ اسٹیفورڈ نے کہا کہ اختیارات کونسل کے ہاتھ میں ہوں گے جیسا کہ برطانوی کابینہ کے پاس ہوتے ہیں۔

ہندوستان کو اقتدار منتقل کرنے کے عام سوال کے علاوہ بڑی مشکل کمانڈر انچیف اور ہندوستانی ممبر برائے ایگزیکٹو کونسل کے اختیارات کی تقسیم پر پیدا ہوئی جو دفاعی امور کا انچارج ہوگا۔ سر اسٹیفورڈ کرپس نے تجویز کیا کہ ہندوستانی ممبر کو تعلقات عامہ فوج کی خدمت سے سبکدوشی (DEMOBILISATION) جنگ کے بعد تعمیر نو اور مسلح افواج کی بہبود کا اختیار حاصل ہوگا۔ کانگریس نے ان اختیارات کو ناکافی قرار دیا اور ایک متبادل تجویز پیش کی کہ وزیر دفاع تمام اختیارات کا حامل ہوگا۔ سوائے ان اختیارات کے جو کمانڈر انچیف جنگ میں استعمال کرتا ہے

کرپس تمام اہم اختیارات کمانڈر انچیف کے ہاتھ میں رکھنا چاہتا تھا

کرپس نے اس کے جواب میں کئی متبادل تجاویز پیش کیں۔ مگر ان پر سمجھوتہ نہ ہوسکا کیونکہ کرپس تمام اہم اختیارات کمانڈر انچیف کے ہاتھ میں رکھنا چاہتا تھا۔

میں نے ۹ اپریل کی شام کو کرپس سے ایک اور ملاقات کی اور پھر ۱۰ اپریل کی صبح کو بھی اس سے ملا۔ گفتگو کا ماحصل کانگریس ورکنگ کمیٹی کے سامنے پیش کیا مگر ہم اس نتیجہ پر پہنچے کہ برطانوی حکومت کی تمام تجاویز ناقابل قبول ہیں۔

۱۰ اپریل ۱۹۴۲ء کو میں نے سر اسٹیفورڈ کرپس کو لکھا کہ اعلامیہ میں ہندوستانی مسائل سے متعلق جو موقف اختیار کیا گیا ہے وہ نہ صرف یہ کہ غلط ہے بلکہ مستقبل میں مزید پیچیدگیاں پیدا کرے گا اس نے ۱۱ اپریل کو جواب لکھا جس میں دلیلوں کے ذریعہ یہ سمجھانے کی کوشش کی کہ اس کی تجاویز ہندوستانی مسئلہ کا بہترین حل تھیں اور یہ کہ اس نے کسی بھی مرحلہ پر اپنی پوزیشن تبدیل کرنے کی کوشش نہیں کی۔ درحقیقت اس نے تمام الزام کانگریس کے سر تھوپنے کی سعی کی تھی اور وہ اپنے جواب کو پریس میں دینا چاہتا تھا جبکہ

نے انہوں اس کو جواب دے دیا اور اس بات کی اطلاع بھی
کہ ایسا فیصلہ چاہو اور ہم اس بات کو تسلیم کرتے ہیں کہ اس کے
معنی آزادی کی موجودہ تحریک کو ... کانگریس جیسے دو خطوط
کے ہم ساتھ ہو گئے ... ۱۹۴۲ء ...
اسٹیفورڈ کرپس کو لکھے تھے مندرجہ ذیل ہیں

• "اگر برطانوی حکومت فی الحقیقت ہندوستانیوں میں ایک نئی روح پھونکنا چاہتی ہے اور اس نے سر اسٹیفورڈ جیسے مرتبے کے شخص کو اس کام پر مامور کیا ہے تو اس کا آسان طریقہ یہ تھا کہ وہ اس اعلامیہ کے ساتھ کرپس کو یہاں بھیجتی کہ برطانیہ اقتدار کی فراغت کے لئے تیار ہے لیکن اس کے بجائے برطانوی حکومت نے مخالف تجاویز پیش کیں اگر یہ سلسلہ شروع ہو جاتا تو ہندوستانی پارٹیاں بھی آزادی کے حصول کے لئے کسی معاہدے کا قیام محال ہو جاتا۔"

کرپس مشن کی ناکامی کے بعد پورے ملک میں غصہ اور مایوسی کی لہر دوڑ گئی۔ بہت سے ہندوستانیوں نے محسوس کیا کہ چرچل نے سر اسٹیفورڈ کو محض امریکی اور چینی دباؤ کے تحت بھیجا تھا ورنہ ہندوستان کی آزادی کو تسلیم کرنے کا اس کا کوئی ارادہ نہیں تھا۔ کرپس کی مختلف پارٹیوں سے گفت و شنید کا مقصد دنیا کو یہ بتانا تھا کہ کانگریس ہندوستان کی حقیقی نمائندہ جماعت نہیں تھی اور ہندوستانیوں کا نفاق ہی دراصل وہ بنیادی وجہ تھی جس کی وجہ سے برطانیہ ہندوستانیوں کے ہاتھوں میں اقتدار منتقل نہیں کر سکتا تھا چونکہ دو کانگریسیوں کے ذہنوں میں غلط فہمی اور الجھن تھی لہٰذا میں نے آل انڈیا کانگریس کمیٹی کا اجلاس بلانے کا فیصلہ کیا۔ یہ اجلاس ۲۹ اپریل سے ۲ مئی ۱۹۴۲ء میں الٰہ آباد میں ہوا۔

آل انڈیا کانگریس کمیٹی کے افتتاحی اجلاس سے خطاب کرتے ہوئے میں نے کہا کہ پچھلے ماہ پیشتر ہم اس جا مل ملے تھے اس وقت بھی بتایا گیا کہ برطانوی حکومت نے ہندوستانی مسئلہ پر ایک نیا موقف اپنایا ہے اور یہ اعلان کیا گیا کہ برطانوی کابینہ کے ایک رکن سر اسٹیفورڈ کرپس آمادہ تجاویز لے کر ہندوستانی مسئلہ کو حل کرنے کے لئے ہندوستان آئیں گے ورکنگ کمیٹی نے فیصلہ کیا کہ کانگریس کے صدر کی حیثیت سے مجھے سر اسٹیفورڈ سے ملنا چاہئے۔ میں نے کرپس سے طویل ملاقاتیں کیں۔ اور انہیں بتایا کہ اعلامیہ کا مسودہ مایوس کن ہے یہ ہمیں کچھ نہیں دیتا اور ایک غیر یقینی مستقبل کے حوالے کرتا ہے یہ تجاویز موجودہ وقت میں نہ صرف بیکار محض ہیں بلکہ ان کے نتیجہ میں ہمارے قبضہ میں کچھ نہیں آئے گا۔

(جاری ہے)

انجمن فیضان مدینہ

رپورٹ: ندیم احمد تسلیمی

انجمن فیضان مدینہ حیدرآباد کا قیام شہر حیدرآباد کے باسیوں کی دینی و مذہب اور مسلک حق اہلسنت سے محبت و عقیدت کا بے مثال اظہار ہے۔ پچھلے کئی سالوں سے شہر میں نت نئی سیاست کے حوالے سے عوام کو دین و مذہب خصوصاً اہلسنت کیخلاف بڑے منظم طریقے سے گمراہ کرنے کی مذموم کوشش کی گئی اور ہر طرح سے اہلسنت کی آواز کو دبانے اور سنیوں کے جذبات سے کھیلنے میں کوئی کسر باقی نہیں

چھوڑی گئی۔

انجمن فیضان مدینہ رش گھاٹ (حیدرآباد) میں قائم کی گئی تھی۔ تنظیم مختصر سے وقت میں عوام اہلسنت میں نمایاں مقام حاصل کر چکی ہے۔ انجمن کا تمام تر مطمع نظر ملک میں انقلاب مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم ہر قسم کی جد و جہد کرنا ہے جسکے لئے انجمن عوام میں دینی و مذہبی جذبات کو بھرپور انداز میں پھیلانے کا عزم بھی رکھتی ہے۔ جسکے لئے انجمن دینی محفلوں کا زیادہ سے زیادہ انعقاد کر رہی ہے اس مقصد کے لئے انجمن کے جیالے اور بے لوث کارکن شب و روز محنت و جدوجہد کر رہے ہیں وہ عزم رکھتے ہیں کہ امام اہلسنت اعلیٰ حضرت احمد رضا خان فاضل بریلوی کے مشن یعنی دین مصطفیٰ کے پرچم کو بلند کرنے کیلئے اپنی تمام قربانیاں پیش کریں گے کارکنوں کی جدوجہد جو کل تک ایک پودے کی شکل میں تھی اب ایک تناور درخت بن چکی ہے۔ انجمن فیضان مدینہ نے دینی علوم کی اشاعت کا کام بھی بڑی حد تک کیا ہے جب تک ہمارا مسلک اہلسنت (بریلوی) کا مطالعہ نہیں ہوگا ہم کبھی بھی ایک مضبوط قوت نہیں بن سکتے انجمن نے ہمیشہ گستاخان رسول و صحابہ و اولیاء کو منہ توڑ جواب دیا ہے شہر میں اہلسنت کیخلاف منفی پروپیگنڈوں اور علماء حق اہلسنت کی تضحیک کرنیوالوں کیخلاف انجمن کے جیالے کارکن سیسہ پلائی ہوئی دیوار بنے ہوئے ہیں۔ اور پہلے سے بھی زیادہ جوش و خروش سے گلی کوچوں میں پھیل گئے ہیں اور انجمن کا پیغام گھر گھر پہنچ رہا ہے۔

انجمن فیضان مدینہ نے عوام اہلسنت کو چار نکاتی پروگرام دیا ہے۔

۱۔ مسلک اہلسنت کا فروغ
۲۔ دینی لائبریریوں کا قیام
۳۔ تعلیم بالغان کیلئے مدرسے کا قیام
۴۔ دینی محافل کا انعقاد

انجمن کے اس منشور سے عوام پوری طرح مطمئن ہیں اور بڑی تعداد میں ممبر بن رہے ہیں اور روز افزوں اسکی مقبولیت میں اضافہ ہو رہا ہے۔ انجمن کے رہنما عوام اہلسنت کو ہر موقع محل سے فائدہ اٹھاتے ہوئے گھر گھر جاکر اہلسنت کے خلاف نت نئی فتنہ انگیزیوں سے آگاہ کرتے ہیں طاہر القادری اور ان جیسے نام نہاد سنی کہلانے والے افراد کے بارے میں اہلسنت میں شدید غم و غصے کی لہر دوڑ چکی ہے انجمن کے کارکن شہر میں پھیل چکے ہیں اور طاہر القادری وغیرہ کے چہروں سے نقاب اٹھا رہے ہیں جنہوں نے اہلسنت دشمنی میں پچھلے دنوں ایک مخصوص اقلیتی گروپ سے اتحاد کرنے میں ذرہ برابر عار محسوس نہیں کی اور مفاد پرست ہونے کا ثبوت دیا۔

مولانا عبدالستار نیازی سے لاتعلقی کے اعلانات میں اضافہ

خواجہ حمید الدین سیالوی نے بھی علیحدگی کا اعلان کر دیا؛

میاں جمیل احمد شرقپوری، حاجی فضل کریم اور سید ریاض حسین شاہ بھی نالاں ہیں؛

لاہور (نمائندہ خصوصی) مولانا عبدالستار نیازی جب سے جمعیت علماء پاکستان سے علیحدہ ہوئے ہیں سخت پریشان ہیں کہ وہ لوگ جو انہیں مولانا نورانی سے علیحدگی پر اکسایا کرتے تھے انہوں نے مولانا نیازی کے ساتھ شمولیت کا اعلان بھی کیا حمایت کا یقین بھی دلاتے رہے لیکن اب جبکہ مولانا نیازی نے اپنی علیحدہ جماعت بنالی ہے اور انہیں مرکز اور صوبوں میں عہدے بھجوا دیئے ہیں وہ ایک ایک کرکے مولانا نیازی کا ساتھ چھوڑ رہے ہیں حقیقت حال کیا ہے یہ تو مولانا نیازی یا وہ حضرات جو علیحدہ ہو رہے ہیں۔ خود ہی بیان کر سکتے ہیں۔ باخبر ذرائع کا کہنا ہے کہ مولانا نیازی کے ارد گرد مفاد پرستوں کا جو ٹولہ جمع ہے ان کی کوشش تھی کہ مولانا نیازی

کو ہر قیمت پر جمعیت علما پاکستان سے علیحدہ کر لیا جائے تاکہ ان کے ذریعے مفادات حاصل کئے جا سکیں یہی لوگ روزانہ مشائخ کی طرف سے حمایت کے جھوٹے بیانات شائع کرواتے رہے تاکہ

مولانا نیازی صلح کے لئے آمادہ نہ ہوں زیادہ وقت نہیں گزرا کہ حضرت خواجہ حمید الدین سیالوی سجادہ نشین آستانہ عالیہ سیال شریف نے اخبارات کے ذریعے اس بات کی تردید کی ہے کہ وہ نیازی گروپ کے نائب صدر ہیں انہوں نے کہا کہ میں مسلم لیگی ہوں میرا نیازی گروپ سے کوئی تعلق نہیں میری نائب صدارت کی خبر میری شہرت خراب کرنے کے لئے دی گئی ہے۔ دوسرے مرکزی نائب صدر آستانہ عالیہ شرقپور شریف کے سجادہ نشین حضرت میاں جمیل احمد شرقپوری بھی اپنے احباب کے سامنے بارہا دفعہ کہہ چکے ہیں کہ میں نیازی صاحب کے کسی اجلاس میں نہیں گیا نہ میرا کوئی کسی سیاسی جماعت سے تعلق ہے۔ نیازی گروپ کے تیسرے مرکزی نائب صدر حضرت صاحبزادہ حاجی فضل کریم کے بیانات اخبارات میں چھپتے رہتے ہیں وہ اپنے نام کے ساتھ جنرل سیکرٹری جماعت اہلسنت لکھتے ہیں نائب صدر جمعیت علماء پاکستان کبھی نہیں لکھا اور یہ بات واضح ہے کہ ان کی جماعت اہلسنت باقاعدہ سیاسی جماعت کے طور پر الیکشن کمشن کے پاس رجسٹرڈ ہے انہیں انتخابی نشان الاٹ ہوا ان کی جماعت نے انتخاب میں حصہ لیا جب تک وہ جماعت اہلسنت کو نیازی گروپ میں ضم نہیں کرتے اس وقت تک ان کا کسی دوسری جماعت کا عہدیدار بننے کا سوال ہی پیدا نہیں ہوتا اور اپنی جماعت کو ختم کرنے کے لئے وہ ابھی تک تیار نہیں ہوئے

باقی صفحہ ۵ پر

جے یو پی کے اس اجلاس میں شریک نہیں تھا، جس میں سینئر نائب صدر منتخب کیا گیا بدستور مسلم لیگی ہوں؛

حمید الدین سیالوی

سرگودھا ۲۳ جون (نامہ نگار) پیر خواجہ حمید الدین سیالوی نے کہا ہے کہ وہ بدستور مسلم لیگی ہیں اور وہ جمعیت علماء پاکستان کے اس اجلاس میں شریک نہیں تھے جس میں انہیں جمعیت کا سینئر نائب صدر منتخب کیا گیا۔ انہوں نے اس بارے میں ڈاکٹر شیر افگن کے اس بیان کی مذمت کی ہے جس میں انہوں نے کہا ہے کہ خواجہ حمید الدین سیالوی کے خلاف ریفرنس پیش کر رہے ہیں خواجہ حمید الدین نے کہا کہ ڈاکٹر شیر افگن خود جمعیت علماء پاکستان کے ٹکٹ پر کامیاب ہوئے تھے۔ مگر بعدازاں وہ جمعیت چھوڑ کر حکومت میں شامل ہو گئے۔ اس لئے ریفرنس تو ان کے متعلق پیش کرنا چاہیئے۔

رضی اللہ تعالیٰ عنہ

سیدنا حضرت خواجہ اویس قرنی

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے آپ کو خیر التابعین کے لقب سے پکارا ہے

خیر التابعین سلطان العاشقین شیخ دین و ملت حضرت سیدنا خواجہ اویس قرنی رضی اللہ عنہ کا اسم گرامی اویس کنیت ابو عمرو والد محترم کا نام عبد اللہ تھا آپ کو بچپن میں ہی چھوڑ کر مالک حقیقی سے جا ملے تھے۔

القاب:۔ خیر التابعین، شہباز امت، آفتاب یمن، سلطان العاشقین، سہیل یمنی۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے آپ کو خیر التابعین کے لقب سے پکارا ہے جیسا کہ حدیث شریف میں ہے۔ اِنَّ خیر التابعین رجل یقال لہ اویس۔ (مسلم شریف جلد دوم ص۳۱۱)

جائے پیدائش:۔

ملک یمن میں قرن نام کا ایک علاقہ یا نواح یمن میں گاؤں ہے اس کے متعلق مختلف روایات ہیں بعض نے لکھا ہے کہ قرن نواح یمن میں ایک چھوٹا سا گاؤں ہے اس گاؤں کا نام یہ کیوں رکھا گیا اس کی وجہ شیخ محمود نے رسالہ بحر الرحمۃ میں نقل فرمائی ہے۔ جب اس گاؤں کی بنیاد رکھنے کے لیے زمین کھودی گئی تھی تو اس وقت اس زمین کے اندر سے گائے کا سینگ نکلا تھا۔ اور عربی زبان میں گائے کے سینگ کو قرن کہتے ہیں اس لیے اس گاؤں کا نام قرن رکھا گیا چونکہ سیدنا خواجہ اویس قرنی رضی اللہ تعالیٰ عنہ اس گاؤں کے رہنے والے تھے اس لیے آپ کو قرنی کہتے ہیں۔

سلسلہ نسب:۔

سیدنا خواجہ اویس قرنی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا سلسلہ نسب تین طریقوں سے تحریر کیا گیا ہے

(۱) اویس بن عامر بن جزء بن مالک بن عمرو بن مسعود بن عمرو بن سعد بن عصوان بن قرن بن رومان بن ناجیہ بن مراد المرادی قرنی۔ (اسد الغابہ ص[illegible])

(۲) اویس بن عامر بن عبد اللہ بن جراح بن اہیب بن خیشر بن قرقش بن غالب بن فہر بن قریش بن مالک بن نضر بن کنانہ۔ اس سے صاف ظاہر ہوتا ہے کہ آپ قریشی تھے چونکہ آپ کا سلسلہ قریش سے جا ملتا ہے مگر بعض احادیث سے ظاہر ہے کہ آپ قرنی تھے۔ واللہ اعلم بالصواب۔

(۳) اویس بن عامر بن جزء بن مالک بن عمرو بن سعد بن عصوان بن قرن بن رومان بن ناجیہ بن مالک مرتع بن زید۔

حلیہ مبارک:۔

سیدنا حضرت خواجہ اویس قرنی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا حلیہ مبارک اس طرح سے ہے۔

لاغر بدن، گندمی رنگ، گھنی داڑھی مبارک، بدن بالوں سے ڈھکا ہوا، میانہ قد، آنکھیں سیاہ نیلگوں چہرے سے ہیبت ٹپکتی تھی سر کے بال الجھے ہوئے اور پراگندہ رہتے تھے نظر سجدہ گاہ پر رہتی اور زنخدان سینے سے ملی رہتی تھی بائیں ہتھیلی پر ایک درم کے برابر سفید داغ تھا جو بیماری برص کا نشان تھا آپ کو ایک دفعہ یہ مرض ہو گئی تھی آپ نے بارگاہ الٰہی میں دعا کی تھی کہ یہ مرض دور ہو جائے لیکن اس کا ایک نشان باقی رہے تاکہ تیری رحمت و شفقت کو یاد کرتا رہوں۔ اگر خواجہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے حلیہ مبارک کو ذرا غور سے دیکھا جائے تو اس حدیث شریف کے عین مطابق ہے جس میں آقائے دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ بعض گرد آلود اور الجھے ہوئے بالوں والے اور دنیا داروں کے دروازے سے نہایت حقارت سے نکالے ہوئے اگر وہ خدا پر کسی امر کی قسم کھا لیں تو اللہ تعالیٰ ان کو سچ کر دیتا ہے۔

لباس:۔

آپ کی زندگی انوکھی شان کی حامل تھی آپ نے کبھی بھی شاہانہ لباس کی خواہش نہ کی بلکہ آپ تو ہمیشہ ملبوس تیمری کو حقارت کی نگاہ سے دیکھتے تھے آپ نے نفس کے ساتھ پورا پورا جہاد کیا آپ کے لباس میں دو چیزیں شامل تھیں ایک اونٹ کے بالوں کا کمبل اور دوسری چیز پاجامہ آپ کوڑوں سے چیتھڑے اٹھا لاتے اور انہیں دھو کر جوڑ جوڑ کر خرقہ سی لیا کرتے وہی آپ کا پہناوا تھا آپ کی دار انگلی پر جب نچے ہٹتے اور بکھر جھٹکتے تو آپ فرماتے بجا تو چیتھڑے چیتھڑے کنکر مار دیا سا ہو کر خون بہہ جائے اور وضو جاتا ہے۔

ایمان:۔

ایک روایت ہے کہ آپ عرب المراد خاندان سے تعلق رکھتے تھے بعض لوگوں نے یہ خیال ظاہر کیا کہ آپ کے آبا و اجداد نے اپنا آبائی مذہب ترک کر کے حضرت سلیمان علیہ السلام کے دین کو اختیار کیا تھا چنانچہ اس لحاظ سے حضرت خواجہ اویس قرنی رضی اللہ تعالیٰ عنہ ایک مسلمان گھرانے میں پیدا ہوئے مگر یہ سوال ضرور ذہن میں ابھرتا ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم پر کب ایمان لائے تو اس وقت کا تعین کرنا ممکن نہیں کہ کس زمانے میں ایمان لائے لیکن یہ بات پورے وثوق سے کہی جا سکتی ہے

کہ جب نبی کریم صلے اللہ علیہ وسلم کا چرچا عرب کے دوسرے علاقوں کے ساتھ یمن میں بھی ہوا تو لوگوں کی طرح آپ بھی آخرالزمان نبی کریم صلے اللہ علیہ وسلم کے اسم گرامی سے آگاہ ہوئے تو آپ ایمان لے آئے۔ کیونکہ آپ کا مزاج بچپن ہی سے حلیم اور نیک تھا۔ بات صرف ایمان لانے پر ختم نہ ہوئی بلکہ آپ کو سیدالانبیاء صلی اللہ علیہ وسلم سے حقیقی عشق ہوگیا۔ ایسا عشق جس کی نہ انتہا بتائی جاسکتی ہے نہ تشریح کی جاسکتی ہے یہی والہانہ عشق خواجہ اویس قرنی رضی اللہ تعالٰے عنہ کو ابدی زندگی دے گیا صرف سیدنا حضرت خواجہ اویس قرنی رضی اللہ تعالٰی عنہ کو عشق نہیں ہوا بلکہ حضور کریم صلے اللہ علیہ وسلم بھی آپ کے مشتاق تھے اور زید سینہ مبارک کھول کر فرماتے (انی لاجد نفس الرحمٰن من قبل الیمن) بے شک میں یمن کی طرف سے رحمٰن کی خوشبو پاتا ہوں۔

تعلیم :۔

آفتاب امت شمع دین وملت سلطان العاشقین سیدنا خواجہ اویس قرنی رضی اللہ تعالٰی عنہ نے تعلیم کی خاطر کسی قسم کی کوئی جدوجہد نہیں کی کیونکہ ابھی بچے تھے کہ دنیائے تصوف میں قدم رکھا ساری زندگی ایک زاہد اور متقی کی حیثیت سے گزار دی سرور عالم صلے اللہ علیہ وسلم کے جذبہ عقیدت ومحبت کے روحانی فیض نے نہ صرف آپ کو حضور نبی کریم صلے اللہ علیہ وسلم سے روحانی لحاظ سے تربیت یافتہ کیا بلکہ آپ کو دربار نبوت میں درجہ محبوبیت بھی حاصل ہوا آپ سے کوئی حدیث روایت نہیں ہے اور نہ ہی آپ نے عالم راوی اور محدث بننا پسند کیا۔ حالانکہ آپؓ نے اجل صحابہ کرامؓ سے سرور کونین صلے اللہ علیہ وسلم کی احادیث سنیں آپ ہمیشہ حدیث کی روایت کرنے سے گریز کرتے رہے لیکن یہ ضرور ہے کہ آپ لوگوں کو نبی کریم صلے اللہ علیہ وسلم کی سنت کی پیروی کرنے کی تلقین کرتے رہے اور برے کاموں سے روکتے اور نیکی کرنے کی ہدایت کرتے تھے۔ روایت نہ کرنے کی ایک وجہ یہ بھی تھی کہ آپ پر ایک کیفیت طاری رہتی تھی جس نے آپ کو دنیا سے جدا رکھا تھا۔

ذرائع معاش :۔

آپ ابھی کمسن تھے کہ آپ کے والد محترم خداوند تعالٰی سے جا ملے، والدہ ماجدہ ضعیف العمر اور ناتواں تھیں گھر کی ضروریات زندگی پوری کرنے کے لیے بچپن ہی سے شتربانی شروع کردی اور مالکان شتر سے جو دراہم معاوضہ میں ملتے ان سے والدہ صاحبہ کی خدمت کرتے اپنے لیے آپ راستہ میں پڑی ہوئی کھجوروں کی گٹھلیاں چن لیتے اور ان کو بیچ کر کھجوریں خرید لیتے اور گزارا کرتے۔ اگر آپکو راہ میں خستہ حال کھجوریں مل جاتیں تو ان کو افطاری کے لیے رکھ لیتے اگر زیادہ کھجوریں مل جاتیں تو ان کو راہ حق میں تقسیم کردیتے، حضرت اصمع رحمتہ اللہ علیہ سے روایت ہے کہ جو کچھ رات کو کھانا آپ کے ہاں باقی بچتا تو آپ سب خیرات کرکے بارگاہ الٰہی میں عرض کرتے باری تعالٰی اگر کوئی بھوکا پیاسا یا ننگا مرجائے تو مجھ سے مواخذہ نہ کرنا۔

صبرواستقامت :۔

ساری قوم آپ کو دیوانہ سمجھتی تھی اس کی وجہ یہ تھی کہ آپ مستور الحال تھے لڑکے اگر آپ کو راستہ میں دیکھ لیتے تو دیوانہ سمجھ کر چھیڑتے پتھر مارتے لیکن صبرو استقامت کا یہ عالم تھا کہ آپ انہیں یہی فرماتے بیٹو! چھوٹی چھوٹی کنکریاں مارو تاکہ میرے جسم میں زخم نہ ہوجائیں اور خون نہ بہنے لگے اور میری نماز روزے قضا نہ ہوجائیں کیونکہ مجھے زخم کھانے کا کوئی غم نہیں البتہ یہ ضرور ہے کہ زخموں سے خون بہنے سے وضو نہ رہنے کا غم ہے۔ سیدنا خواجہ اویس قرنی رضی اللہ تعالٰی عنہ صبح کی نماز کے بعد شہر سے باہر نکل جاتے اور عشاء کی نماز کے بعد واپس آتے پھر بھی اگر لڑکے دیکھ لیتے تو دیوانہ سمجھ کر اینٹیں اور پتھر مارتے اس پر ہی اکتفا نہ کرتے بلکہ سر پر خاک کوڑا بھی ڈالتے لیکن آپ نے کبھی بھی ان کو نہ ڈانٹا۔

وارفتگی :۔

آپ پر ہر وقت وارفتگی کی حالت طاری رہتی تھی لوگ آپ کو دیوانہ کے نام سے پکارتے عزیز و اقارب مزاح کا نشانہ بناتے، بچے مذاق کرتے پتھر مارتے غرض کہ ساری قوم دیوانہ کہہ کر پکارتی مگر حالت سکر و مستی کے باوجود غیرت وخودداری کا یہ عالم تھا کہ ساری عمر اپنا بوجھ کسی پر نہ ڈالا۔ اور نہ کسی کے آگے ہاتھ پھیلایا۔

نبی کریم صلے اللہ علیہ وسلم سے ملاقات نہ ہونے کی وجہ یہ ہے کہ سیدنا خواجہ اویس قرنی رضی اللہ عنہ نے حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا زمانہ حیات ظاہری اور عہد مبارک پایا ہے لیکن دو چیزوں نے دیدار جمال جہاں آرا سے آپ کو روکے رکھا ایک آپ کا غلبۂ حال دوسرا آپ کی والدہ ماجدہ کا حق۔ سیدنا خواجہ اویس قرنی رضی اللہ تعالٰی عنہ کی والدہ ماجدہ ضعیف العمر اور نابینا اور چلنے پھرنے سے معذور تھیں آپ ہر وقت ان کی خدمت کرتے رہتے، اس وجہ سے والدہ کو تنہا چھوڑ کر کسی لمبے سفر پر نہیں جاسکتے تھے

دربار رسالتؐ میں مقام :۔

ساری زندگی ملاقات نہ ہونے کے باوجود دربار رسالتؐ میں یہ مقام تھا کہ حضور علیہ السلام لبسا اوقات یمن کی طرف منہ کرکے اور سینہ مبارک سے کپڑا الگ کرکے فرماتے

انی لاجد نفس الرحمٰن من قبل الیمن

عالم از نور تجلی الٰہی پر شد

از دم اویس قرنی بوئے خدا می آید

صحابہ کرامؓ میں تعارف کرانا۔

نبی کریم صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اے ابوہریرہ (رضی اللہ تعالٰی عنہ) بے شک اللہ تعالٰی اپنے بندوں میں سے ایسے برگزیدہ بندوں کو دوست رکھتا ہے جو مخلوق کی نظروں سے پوشیدہ رہتے ہیں۔ صحابہ کرامؓ نے عرض کیا یا رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم فرمایئے وہ کون ہے آپ نے فرمایا وہ اویس قرنی رضی اللہ عنہ ہے

نور المریدین شرح تعرف میں مولانا اسماعیل بن عبداللہ رضی اللہ تعالٰی عنہما تحریر فرماتے ہیں کہ حضرت سیدنا خواجہ اویس قرنی رضی اللہ عنہ جو اپنی والدہ ماجدہ ضعیفہ کی خدمت گزاری کے سبب حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی ملاقات سے محروم رہے تو اللہ تعالٰے نے جبرائیل علیہ السلام کے ذریعہ آپ کو ان کے احوال سے مطلع فرما دیا تھا کہ ہم نے اس کو والدہ کی خوشنودی حاصل کرنے کی برکت سے اپنے کرم سے نواز دیا ہے۔ حضور نبی کریم صلے اللہ علیہ وسلم نے اس کا تذکرہ صحابہ سے کیا اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو بشارت دی کہ تم اس کو دیکھو گے لہٰذا میرا اسلام کہنا اور میری امت کے لیے بخشش کی دعا کرانا۔

بھی کریم صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا میری امت میں ایک شخص ہوگا جس کا نام اویس ہوگا اللہ تعالیٰ اسکی دعا سے میری امت کے لوگوں کو بنی ربیع۔ بنی مضر کی بکریوں کے بالوں کے برابر کی تعداد میں بخش دے گا۔

جُبّہ بھیجنا اور دعا کرانا:-

تفریح الخاطر فی مناقب شیخ عبدالقادر میں ابن محی الدین اربلی رحمۃ اللہ علیہ نے منازل الاولیاء فی فضائل الاصفیا کے حوالے سے لکھا ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت عمر فاروق، حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہما کو حضرت سیدنا خواجہ اویس قرنی رضی اللہ عنہ کے پاس جانے کی وصیت فرمائی تھی اور فرمایا کہ اویس قرنی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو میرا سلام کہنا اور میری یہ قمیض انہیں دے دینا اور میری امت کے لیے ان سے دعا کرانا۔ چنانچہ محبوب کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے وصال شریف کے بعد یہ دونوں حضرات آپ کا جبہ مبارک لے کر حضرت سیدنا خواجہ اویس قرنی کے پاس گئے اور ایک وادی میں آپ سے ملاقات کی اور حضور صلے اللہ علیہ وسلم کا سلام پہنچایا اور امت کے لیے دعا مغفرت کا بھی کہا اور جبہ مبارک بھی دیا حضرت سیدنا خواجہ اویس قرنی نے حضور صلے اللہ علیہ وسلم کے جبہ کو لے کر سجدہ میں گر گئے اور امت محمدیہ کی مغفرت کے لئے دعا مانگی پھر سر اٹھایا اور سیدنا عمر سیدنا علی رضی اللہ عنہما سے کہا میں نے تو تمام امت محمدیہ کے لیے مغفرت کی دعا مانگی تھی لیکن ندا آئی کہ اپنا سر اٹھاؤ میں نے تیری شفاعت سے آدھی امت کو بخش دیا۔ (تفریح الخاطر ۶۳)

عبادت وریاضت:-

حضرت ربیع بن خثیم رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں کہ ایک دن میرے دل میں یہ آرزو پیدا ہوئی کہ سید التابعین کی زیارت کرنی چاہیئے چنانچہ اس مچلتی ہوئی آرزو کو پورا کرنے کے لیے میں سیدنا خواجہ اویس قرنی رضی اللہ عنہ کے ہاں گیا اس وقت آپ صبح کی نماز ادا کر رہے تھے۔ نماز سے فارغ ہو کر ہاتھ میں تسبیح لے کر وظائف میں مشغول ہو گئے۔ میں انتظار کرنے لگا کہ فارغ ہو جائیں گے لیکن یہ گھڑیاں لمحہ بہ لمحہ طول پکڑتی چلی گئیں میں بے تابی سے انتظار کرنے لگا کہ سلطان التابعین کی صحبت سے شرف یاب ہو سکوں لیکن خواجہ اویس قرنی رضی اللہ تعالےٰ عنہ عبادت میں ہمہ تن مشغول رہے یہاں تک کہ ظہر کا وقت ہو گیا۔ نماز ادا کی پھر یادالٰہی میں مشغول ہو گئے چنانچہ تین دن تین راتیں مسلسل عبادت و ریاضت میں لگے رہے۔ اللہ تعالیٰ کے اس برگزیدہ بندے کو نہ بھوک نے ستایا اور نہ پیاس نے تڑپایا۔ اور نہ نیند یادالٰہی میں خلل ڈال سکی۔ لہٰذا چوتھی رات حضرت خواجہ کو معمولی اونگھ آ گئی حضرت خواجہ رحمۃ اللہ علیہ نے رو کر دربار خداوندی میں التجا کی کہ اے خدا میں تیری پناہ چاہتا ہوں عبد و معبود میں یہ معاملہ دیکھ کر میں نے دل میں کہا کہ میرے لیے یہی کافی ہے اور مجھ کو چاہیئے کہ ان کو تکلیف نہ دوں یہ بہتر جانا اور واپس آ گیا۔

ایسے ہی روضۃ الریاحین میں ہے کہ جناب خواجہ صاحب بعض رات کو فرماتے یہ رکوع کی رات ہے تو ساری رات رکوع میں رہتے اور کبھی کہتے یہ رات سجدہ کی ہے تو ساری رات سجدہ میں رہتے کسی نے عرض کی حضور یہ آپ کو کس طرح اطاعت کی طاقت ہے کہ رکوع یا ایک سجدہ میں رات بسر کر دیتے ہیں آپ نے آہ بھرتے ہوئے فرمایا کاش ازل سے ابد تک ایک ہی رات ہوتی کہ ایک رکوع یا ایک سجدے میں رات تمام کر دیتا آپ فرمایا کرتے تھے کہ میں ایک دفعہ بھی اچھی طرح سے سبحان ربی الاعلیٰ کہنے نہیں پاتا کہ سورج طلوع ہو جاتا ہے۔

عبادت کی یہ کیفیت تھی کہ اکثر راتیں اور دن عبادت میں گزار دیا کرتے تھے دن میں روزہ سے رہتے شام کو چند عدد خرمے کھا کر نماز میں مشغول ہو جایا کرتے جب کبھی حلقہ ذکر و فکر میں مشغول ہوتے تو اکثر دلوں کو بے چین کر دیا کرتے تھے فجر سے ظہر اور ظہر سے عصر اور عصر سے مغرب ہو جایا کرتی مگر آپ کی حبات اور تسبیح و تہلیل کا سلسلہ ختم نہ ہوتا۔ کبھی نیند کا غلبہ ہوا کرتا تو اپنے رب سے عرض کرتے خداوند تعالےٰ میں سونے والی آنکھ اور بھرنے والے پیٹ سے پناہ مانگتا ہوں۔

آپ بارگاہ خداوندی میں اکثر دعا کیا کرتے تھے کہ اے میرے رب جس طرح تو نے مجھے دنیا میں مستور رکھا ہے اس طرح آخرت میں بھی مستور رکھنا ایک دن آواز آئی اے خواجہ اویس قرنی رضی ہم نے تیری دعا کو قبول کر لیا ہے لہٰذا قیامت میں تیری ہم شکل سات سو نورانی چہرے والے پیدا کر کے تجھ کو ان میں مستور رکھوں گا۔

دندان مبارک خود بخود گر گئے:-

غزوہ احد میں جب نبی کریم صلے اللہ علیہ وسلم کے دانت مبارک کو چوٹ آئی تو یہ خبر سیدنا خواجہ اویس قرنی رضی اللہ عنہ نے سنی تو آپ کے تمام دانت خود بخود گر گئے۔

مدینہ شریف میں آمد:-

سیدنا خواجہ اویس قرنی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے نبی کریم صلے اللہ علیہ وسلم کے وصال کے بعد مدینہ شریف روضہ مبارک پر حاضری دینے کی کوشش کی لیکن صحابہ کرام نے روک دیا اور کہا کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے وصیت فرمائی ہے کہ اویس قرنی رضی اللہ عنہ کو مدینہ آنے سے روکنا اگر اویس قرنی مدینہ آئے تو مجھ کو قبر سے اٹھ کر ملنا پڑے گا اور یہ امر قانون خداوندی کے خلاف ہو گا۔

وفات یا شہادت:-

سیدنا خواجہ اویس قرنی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی وفات یا شہادت کے متعلق مختلف روایات ہیں شیخ عبدالحق محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ سیدنا خواجہ اویس قرنی رضی اللہ عنہ نے جنگ صفین میں حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی طرف سے لڑ کر جام شہادت نوش فرمایا۔

علامہ جلال الدین سیوطی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں آپ نے آذربائیجان میں زمانہ سیدنا حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ میں قتال میں حصہ لیا آپ ان دنوں تندرست نہ تھے اور وفات پا گئے۔ جس طرح وفات یا شہادت کے متعلق روایات مختلف ہیں اسی طرح تاریخ وصال و شہادت بھی مختلف ہیں۔ ۳ رجب ۲۲ھ ۱۳ رجب ۳۷ھ لیکن صاحب خزینۃ الاصفیا نے قطعہ وصال لکھا ہے

شاہ دوراں زمن اویس قرن
گل باغ یمن اویس قرن
رفت چوں از جہاں بعز و جلال
گشت زاہد حبیب للوصال

اس کے مطابق ۳۹ھ ہے

روضہ مبارک کہاں واقع ہے

ولادت شہادت اور وصال کی تاریخیں جیسے مختلف ہیں اسی طرح روضہ کے بارے میں روایات مختلف ہیں ایک روایت کے مطابق آپ کے سات مزارات ہیں۔

(۱) آپ کا ایک مزار نواح ٹھٹھہ حدود سندھ میں واقع ہے اکثر حاجت مند درویش حضرات اس مزار پر آکر چلہ کشی کرتے ہیں اور آپ کی روحانیت سے مستفیض ہوتے ہیں چنانچہ سلطان محمد چیلہ نور اللہ مرقدہ اس مزار پر تشریف لے گئے تھے اور وہ چلے وہاں حجرہ نشین رہے۔ خدا کے فضل سے قطرہ سے دریا اور ذرہ سے آفتاب ہو گئے۔

(۲) دوسرا مزار بندرگاہ زبید میں واقع ہے حاجی لوگ اس مزار کی زیارت سے بھی مشرف ہو کر آتے ہیں۔

(۳) تیسرا مزار غزنی میں واقع ہے۔

(۴) چوتھا مزار بغداد میں ہے۔ باقی تین مزارات کا صحیح پتہ معلوم نہیں ہو سکا اور کتب مشائخ میں ان سات میں سے تین کا کہیں ذکر نہیں ملتا مشہور یہی ہے کہ آپ کے سات مزارات ہیں متعدد مزار ہونے کی وجہ یہ ہے کہ ایک دفعہ سیدنا خواجہ اویس قرنی رضی اللہ عنہ کسی خاص حالت میں بیٹھے ہوئے تھے چھ اور درویش بھی آپ کی خدمت میں حاضر تھے تو آپ پر کوئی روحانی کیفیت طاری ہوئی تھی جس سے آپ مغلوب الحال ہو کر دریا کی طرح جوش میں آگئے اور حالت مستی و سکر میں آپ کی نظران چھ درویشوں پر پڑ گئی اور ایسی کاری اور با اثر ہوئی کہ ان سب کو اپنا سا بنا دیا یعنی ان کی ہیت اصل بدل گئی اور سب کے سب حضرت خواجہ اویس قرنی رضی اللہ عنہ کے ہم شکل و ہم وضع ہو گئے پھر کسی نے نہ پہچانا کہ خواجہ اویس قرنی رضی اللہ عنہ کون ہیں جب وہ درویش آپ سے رخصت ہو کر اپنے اپنے مقام پر چلے گئے تو وہاں کے لوگوں نے یہی جانا کہ خواجہ اویس قرنی رضی اللہ عنہ ہیں اور جب ان کا انتقال ہوا تو ان کی قبر بھی خواجہ ہی کے نام سے مشہور ہوئی لیکن صحیح یہی ہے کہ آپ کا مزار یمن میں ہے

ارشادات سیدنا خواجہ اویس قرنی رضی اللہ عنہ

حضرت سیدنا خواجہ اویس قرنی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے ارشادات عالیہ میں سے چند ایک کو تحریر کیا جاتا ہے۔ فرماتے ہیں۔

- سلامتی تنہائی میں ہے ایسی تنہائی جس میں سوائے خدا کے کسی کا خیال نہ آئے۔
- میں نے آخرت کی بزرگی چاہی تو قناعت میں ملی
- میں نے فخر چاہا تو فقر میں پایا۔
- میں نے بلندی چاہی تو وہ مجھے تواضع و انکساری میں ملی۔
- میں نے مروت طلب کی وہ مجھے صدق میں ملی
- میں نے نسب چاہا تو تقویٰ میں پایا۔
- میں نے آخرت کی سرداری چاہی تو مجھے خلق خدا کو نصیحت کرنے میں ملی۔
- اچھا کھانا، اچھا پہننا، تونگروں کی صحبت میں بیٹھنا باعث فخر سمجھنا، جو شخص ان تین باتوں کو محبوب جانتا ہے وہ ہلاکت کے نزدیک پہنچ جاتا ہے
- میں نے آخرت کی راحت چاہی تو زہد میں پائی۔
- لوگوں کے لیے غائبانہ دعا کرنا ان سے ملاقات سے بہتر ہے کیونکہ ان میں ریاکاری کا دخل نہیں ہوتا۔
- یاد الٰہی میں اس طرح مشغول ہو کہ تمام نے ساری دنیا کو قتل کر دیا ہے مطلب ہے کہ اطاعت الٰہی میں کسی کی پرواہ مت کرو۔
- جو دلوں میں شک رکھتے ہیں نظر رحمت و شفقت سے محروم رہتے ہیں۔
- جو اللہ تعالیٰ کو پہچان لیتا ہے اللہ تعالیٰ اس سے کوئی چیز پوشیدہ نہیں رکھتا۔
- موت نے جو دلوں دیا ور کھو کہ بہ اے چہرے ہم ماک قبر کی مانند ہے۔
- اے انسان تیرے ذمے ہے کہ تو اپنے دل کو غیر اللہ کے خیال سے محفوظ رکھے۔
- خشوع اس کو کہتے ہیں کہ اگر حالت نماز میں نمازی کے پہلو میں تیر بھی ماریں تو اس کو خبر نہ ہو
- تقویٰ جب تک دنیا سے کلی طور پر قطع تعلق نہ کرے وہ تقویٰ میں کامل نہیں ہو سکتا۔

اللہ تعالیٰ ہمیں عمل کرنے کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین ثم آمین۔

بقیہ:- **جو کام ہندو**

گو بہت پہلے ہی کوئی اشارہ مل گیا تھا کہ یہ کچھ ہونے والا ہے۔ وہ کسی بہانے نکل جائیں پاپا کی قیادت کا دعویٰ ہے کہ وہ کسی مجرم سے رعایت نہیں برتے گی وقت بتائے گا کہ وہ اس میں کس حد تک سچی ہے

مولانا شاہ احمد نورانی ۱۹۸۵ء سے یہ مطالبہ کر رہے ہیں کہ سندھ کی سرحد بند کر کے اس کی کڑی نگرانی کی جائے ناجائز اسلحہ ضبط کیا جائے اور بے گناہ شہریوں کے قاتلوں کو کیفر کردار تک پہنچایا جائے لیکن کسی حکومت نے اس پر توجہ نہیں دی اب جب حالات قابو سے باہر ہو گئے ہیں تو فوج کے ذریعے یہ عمل شروع کیا گیا ہے خدا کرے کہ یہ پایہ تکمیل کو پہنچ جائے۔

آخر میں کراچی اور حیدر آباد کے عوام سے گذارش ہے کہ وہ اپنے اصل دشمن کو پہچانیں کہ کس نے انہیں پہلے پنجابیوں پٹھانوں سے اور اب سندھیوں سے لڑا کر انہیں کہیں کا نہیں چھوڑا اب جب سب دشمن ہو گئے تو نام نہاد لیڈر جو کہتے تھے ساتھ جئیں گے ساتھ مریں گے، غائب ہو گئے

اس بحران سے نجات کا واحد حل یہ ہے کہ کراچی حیدر آباد اور سندھ کے عوام تمام دہشت گردوں، لسانی عصبیت پھیلانے والوں، حضورؐ کی امت کو ٹکڑوں میں تقسیم کرنے والوں، جاگیرداروں، عوام کا خون چوسنے والے سرمایہ داروں سے برات کا اظہار کر کے خدا کے حضور سچے دل سے اجتماعی توبہ کریں اور اپنے نورانی قائد کی قیادت میں نظام مصطفےٰ کے نفاذ اور مقام مصطفےٰ کے تحفظ کے لئے گنبد خضریٰ والے سبز پرچم تلے متحد ہو جائیں تو پھر کراچی حیدر آباد اور سندھ امن و امان کا گہوارہ بن سکتا ہے

(بشکریہ ندائے اہلسنت)

آپ نے اپنی زندگی تبلیغ دین کے لئے
وقف کردی اور اپنے نجی خرچ پر
پیغام اسلام دنیا کے کونے
کونے میں پہنچایا۔

مبلغ اعظم پیر طریقت

رحمۃ اللہ علیہ

حضرت مولانا شاہ محمد عبد العلیم صدیقی قادری

ولادت

مولانا عبد العلیم صدیقی ۳ اپریل ۱۸۹۲ء بمطابق ۱۵ رمضان المبارک ۱۳۱۰ھ میرٹھ شہر صوبہ یوپی انڈیا میں نامور صوفی عالم دین اور نعت گو شاعر مولانا شاہ محمد عبد الحکیم صدیقی جوش کے ہاں پیدا ہوئے۔ آپ کا سلسلۂ نسب خلیفۂ اول امیر المومنین حضرت سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ سے جا ملتا ہے۔

تعلیم و تربیت

مولانا عبد العلیم صدیقی بچپن ہی سے نہایت ذہین اور محنتی تھے۔ آپ نے صرف ۴ سال کی عمر میں قرآن پاک ناظرہ ختم کرلیا۔ والد ماجد سے عربی اور فارسی کی ابتدائی کتب پڑھنے کے بعد میرٹھ کی مشہور دینی درسگاہ "مدرسہ عربیہ قومیہ" میں داخل ہوگئے۔ سولہ برس کی عمر میں وہاں سے آپ نے امتیازی حیثیت سے درس نظامی کی سند حاصل کی۔ آپ کے دل میں چونکہ بچپن ہی سے تبلیغ و اشاعت اسلام کی تڑپ موجود تھی، اسلام کا پیغام غیر مسلموں تک موثر طریقہ پر پہنچانے کے لئے آپ نے علوم جدیدہ کی تحصیل کی ضرورت کو محسوس کیا۔ درس نظامی کی تکمیل کے بعد آپ پرائیویٹ مطالعہ کرتے رہے پھر اٹاوہ ہائی اسکول سے میٹرک کا امتحان ۱۹۱۲ء میں پاس کرکے ڈویژنل کالج میرٹھ میں داخلہ لے لیا۔ ۱۹۱۷ء میں بی اے کی ڈگری حاصل کی۔ آپ نے قانون کی کتابوں کا بھی مطالعہ کیا۔ میرٹھ کے مشہور حکیم احتشام الدین صاحب سے فن حکمت سیکھا۔

اکتساب فیض اور بیعت

آپ کی روحانی تربیت والد ماجد حضرت مولانا عبد الحکیم صدیقی رحمۃ اللہ علیہ، برادرِ محترم حضرت مولانا احمد مختار صدیقی علیہ الرحمہ[1]، حضرت پیر سید علی حسین شاہ

محدث کچھوچھوی اور امام اہل سنت مولانا احمد رضا خان فاضل بریلوی قدس سرہٗ جیسے عظیم المرتبت بزرگوں نے کی علاوہ ازیں آپ نے حضرت مولانا عبد الباری فرنگی محلی رحمۃ اللہ علیہ

شیخ احمد الشمس مرالشی مدنی علیہ الرحمہ[1] اور لیبیا کے صوفی بزرگ حضرت شیخ السنوسی علیہ الرحمہ سے بھی روحانی فیضان کا اکتساب کیا۔ سلسلہ قادریہ میں امام احمد رضا خاں قادری بریلوی قدس سرہٗ سے بیعت ہوئے۔ آپ اعلیٰ حضرت فاضل بریلوی کے خاص خلفاء میں سے تھے اور انہی کے ایماء و ارشاد پر اپنی زندگی تبلیغ دین اور خدمت اسلام کے لئے وقف کردی اور اپنے نجی خرچ پر پیغام اسلام دنیا کے کونے کونے میں پہنچایا۔[1]

محسن ملت مولانا احمد رضا خان علیہ الرحمہ آپ کو بڑی قدر و منزلت کی نگاہ سے دیکھتے تھے، اپنے تلامذہ اور خلفاء کا ذکر کرتے ہوئے فرماتے ہیں[1]

عبد علیم کے علم کو سن کر
جہل کی بہل بھگاتے یہ ہیں[2]

حضرت علامہ میرٹھی علیہ الرحمہ کو اپنے شیخ طریقت سے کمال عقیدت تھی۔ حرمین

طیبین کی زیارت سے واپسی پر آپ نے ایک طویل قصیدہ مدحیہ اعلیٰ حضرت فاضل بریلوی قدس سرہٗ کی خدمت میں پیش کیا جس کے چند اشعار درج ذیل ہیں ؎

تمہاری شان میں جو کچھ کہوں اس سے سوا تم ہو
قسیم جام عرفان اے شہ احمد رضا تم ہو
غریق بحر الفت، مست جام بادۂ وحدت
محبِ خاص منظورِ حبیبِ کبریا تم ہو
جو مرکز ہے شریعت کا مدار اہل طریقت کا
جو محور ہے حقیقت کا وہ قطب الاولیاء تم ہو
عرب میں جاکے ان آنکھوں نے دیکھا جس کی صولت کو
عجم کے واسطے لاریب وہ قبلہ نما تم ہو
تمہیں پھیلا رہے ہو علم حق اکناف عالم میں
امام اہل سنت نائب غوث الوریٰ تم ہو
علیم خستہ اک ادنیٰ گدا ہے آستانہ کا
کرم فرمانے والے حال اس کے شہا تم ہو

جب یہ اشعار سنا چکے تو امام اہل سنت نے قیمتی عمامہ کی طرف اشارہ کرتے ہوئے فرمایا:

"مولانا! آپ کی خدمت میں کیا پیش کروں ——؟ آپ اس دیار پاک سے تشریف لارہے ہیں، یہ عمامہ تو آپ کے قدموں کے بھی لائق نہیں، البتہ میرے کپڑوں میں سب سے بیش قیمت کا ایک جبہ ہے وہ حاضر کئے دیتا ہوں[1]"

علامہ عبد العلیم صدیقی علیہ الرحمۃ جادو بیان اور شعلہ نوا مقرر تھے۔ آپ نے اپنی سب سے پہلی تقریر جامع مسجد میرٹھ میں اس وقت کی تھی جبکہ آپ کی عمر صرف نو سال کی تھی، آپ

ایشیاء، افریقہ اور یورپ کے مؤرخین نے آپ کو عدیم النظیر مقرر قرار دیا۔

اردو کے علاوہ عربی، فارسی اور انگریزی زبانوں میں بھی بڑی روانی
کے ساتھ تقریر کرتے تھے اور اس موثر انداز سے تقریر کرتے
تھے کہ غیر اہل زبان بھی حیرت زدہ رہ جاتے تھے۔ آپ اپنے خیالات
کی ترجمانی ... دلنشین انداز میں کرتے

تھے جس قسم کا اجتماع دیکھتے اسی قسم کی تقریر فرماتے
آپ نے ہر درجہ اور طبقہ فکر کے لوگوں سے خطاب کیا۔
آپ نے ایک طرف ارباب حل وعقد کی اہم مجالس جیسے
رائل ایشیاٹک سوسائٹی شنگھائی، اور رائل کلچر
سوسائٹی آف جاپان، اسلامک کلچر سنٹر لندن، (انگلینڈ)
اور اسلامک سنٹر آف امریکہ وغیرہ میں بڑی پرجوش اور
مدلل تقاریر کیں تو دوسری جانب افریقہ کے خانہ بدوش
اور بربر حلیم بادیہ قبائل کے مجمعوں سے بھی خطاب
فرمایا۔ آپ کی انہیں مقررانہ صلاحیتوں کی بنا پر ایشیاء،
افریقہ، اور یورپ کے مسلم مورخین نے آپ کو عدیم النظیر
اور بے مثل مقرر قرار دیا چنانچہ انگریز پروفیسر این۔ ایچ برلاس
حضرت علامہ میرٹھی کی مطبوعہ تقریر بزبان انگریزی
(CULTIVATION OF SCIENCE BY
THE MUSLIME)
(مسلمانوں کی سائنس میں ترویج)
کے پیش لفظ میں لکھتے ہیں۔
ترجمہ: ہر شخص مولانا صدیقی کو پلیٹ فارم پر بولتے ہوئے سن
سکتا ہے اور اس سے محظوظ ہو سکتا ہے اور کیوں نہ ہو کہ ایک جانب
مولانا کی مقناطیسی شخصیت ہو دوسری جانب ان کی نغمہ بار آواز
اور تیسری جانب ان کی ٹھوس اور مدلل تقریر ہو۔"
(ترجمہ انگریزی)

حضرت مولانا عبدالعلیم صدیقی علیہ الرحمۃ کی تبلیغ واشاعت
اسلام کے سلسلہ میں خدمات کا دائرہ اس قدر وسیع ہے کہ
انکے تذکرے کے لئے ایک دفتر درکار ہے۔ حضرت مولانا
صدیقی کے چند ایک کارہائے نمایاں بیان کئے جاتے ہیں۔
علامہ صدیقی نے اپنی حیات مبارکہ کے تقریباً چالیس
سال امریکہ، براعظم افریقہ، انگلینڈ، انڈونیشیا، سنگاپور،
ملایا، چین، جاپان، کینیڈا، فرانس، ٹرینی ڈاڈ اور فلپائن
وغیرہ میں تبلیغ اسلام میں گزارے۔ انگریزی زبان میں
"مسلم ڈائجسٹ" ناردرن ساؤتھ افریقہ، "اسٹار آف اسلام"
کولمبو اور مسلم ایودل ماہنامے آپ کی یادگار ہیں۔ ملایا
میں جناب محمد ابراہیم السگوف کے تعاون سے عربی یونیورسٹی
کی بنیاد ڈالی۔ بہت سی مساجد تعمیر کرائیں۔ عظیم الشان مساجد
میں حنفی جامع مسجد کولمبو، سلطان مسجد سنگاپور اور مسجد
ناگویا جاپان خاص طور پر مشہور ہیں۔ آپ کی تبلیغ سے

پچاس ہزار سے زائد غیر مسلموں نے اسلام قبول کیا جن
میں ارون کی شہزادی انگلینڈ کے پال یارڈ
ماریشس جنوبی افریقہ کے فرانسیسی گورنر مردات
ٹرینی ڈاڈ کی خاتون وزیر فاطمہ ڈونادا
اور ڈاکٹر صادق جارج اسٹائف جیسے ممتاز روسی
سائنسدان کے نام خاص طور پر قابل ذکر ہیں۔
آپ کی انہی خدمات کو خراج تحسین پیش کرتے ہوئے
فلپائن کے مندوب ڈاکٹر احمد نے جشن نزول قرآن کے موقع
پر علمائے کرام سے خطاب کرتے ہوئے فرمایا۔
"آج ہمیں برصغیر پاک وہند کے مشہور مبلغ مولانا
عبدالعلیم صدیقی کی طرح دین کی تبلیغ واشاعت کرنا
چاہیے مولانا نے فلپائن کے جزیروں میں اسلام کی تبلیغ
کے لئے مدرسے، لائبریریاں اور مساجد بنوائیں اور ماہنامے

> مولانا نے فلپائن کے جزیروں میں
> اسلام کی تبلیغ کے لئے مدرسے، لائبریریاں
> اور مساجد بنوائیں۔ ہمیں اسلام
> کی روشنی انہی سے ملی ہے!
> (فلپائنی مندوب ڈاکٹر احمد)

اور ہفت روزہ جریدے جاری کئے، ہمیں اسلام کی
جو روشنی ملی ہے انہی سے ملی ہے ان ہی کی ساعی جلیلہ
سے ہم مسلمان ہوئے۔"

حوالہ جات

۱؎ محمود احمد قادری تذکرہ علمائے اہلسنت مطبوعہ
کانپور ۱۳۹۱ھ بار اول ص ۱۶۶

۲؎ مولانا شاہ احمد مختار صدیقی علیہ الرحمۃ محلہ مشائخان
میرٹھ میں ۷ محرم الحرام ۱۲۹۴ھ کو پیدا ہوئے۔ ابتدائی
کتابیں والد ماجد سے پڑھیں۔ ۱۳۱۰ھ میں ۱۶ برس
کی عمر میں مدرسہ اسلامی اندرکوٹ میرٹھ سے فارغ التحصیل
ہوئے۔ ۱۳۲۱ھ میں مکہ معظمہ میں حضرت مولانا شاہ عبدالحق
شیخ الدلائل الہ آبادی سے حدیث کی کتابوں کا درس
لیا۔ ۱۳۲۲ھ میں ایک سال مدینہ منورہ میں حاضر رہ
کر حضرت شیخ رضوان وغیرہ سے تحصیل علم کر کے سندیں
حاصل کی۔ محسن ملت اعلیٰ حضرت فاضل بریلوی قدس
سرہ سے بیعت ہوئے۔ بیرون ملک شہر مانڈلے میں اعلیٰ

تعلیم کے لئے ایک درسگاہ کی بنیاد رکھی۔ ڈربن
افریقہ میں عورتوں کو تعلیم کے لئے منتخب کیا۔ ۱۹۰۸ء میں
افریقہ سے "الاسلام" نامی گجراتی زبان میں اخبار جاری
کیا۔ ۱۹۲۰ء میں تحریک خلافت میں حصہ لیا۔ نجدیوں
نے حجاز مقدس میں برسر اقتدار آنے کے بعد مقابر مقدسہ
کی توڑ پھوڑ کا سلسلہ شروع کیا۔ نجدیوں کے اس
اقدام کے خلاف عالم اسلامی میں ہلچل مچ گئی ۱۹۲۴ء
میں مسلمانان بمبئی نے سلطان سعود کو اس حرکت سے
باز رکھنے کے لئے آپ کی قیادت میں ایک وفد بھیجا جناب
سید حبیب صاحب ایڈیٹر سیاست لاہور اور مولانا
فضل اللہ خان مالک علمیہ بک ڈپو بمبئی آپ کے رفقاء
وفد تھے ۱۹۱۸ء میں میرٹھ میں اور ۱۹۲۵ء ڈربن
ساؤتھ افریقہ میں یتیم خانہ قائم کئے۔ آپ نے کافی تعداد
میں ہندوؤں اور عیسائیوں کو مسلمان کیا ۶۳ برس کی
عمر میں پیر کی رات بعد مغرب ۱۰ جولائی ۱۹۳۸ء کو دمن
پرتگیز میں انتقال ہوا۔
(محمود احمد قادری: تذکرہ علمائے اہلسنت مطبوعہ
کانپور ۱۳۹۱ھ ص ۳۲)

۳؎ اسم گرامی سید علی حسین کنیت ابواحمد خطاب
سجادہ نشین حضرت کلاں اور تخلص اشرفی تھا سلسلہ
نسب کئی واسطوں سے سیدنا غوث اعظم شیخ عبدالقادر
جیلانی تک جا ملتا ہے۔ آپ ۲۲ ربیع الثانی ۱۲۶۶ھ
مطابق ۱۸۵۰ء میں پیدا ہوئے۔ تعلیم مولانا گل محمد
خلیل آبادی سے حاصل کی پھر مولوی امانت علی کچھوچھوی
مولوی سلامت علی گورکھپوری اور مولوی قلندر بخش
کچھوچھوی سے تعلیم حاصل کی ۱۸۶۵ء میں اپنے برادر
بزرگ شاہ ابو محمد سے بیعت کی۔ چار بار حج کی سعادت
سے مشرف ہوئے۔ آپ متقدمین صوفیہ کی روش پر
فکر سخن بھی فرماتے تھے۔ آپ کے مرید مبلغ اسلام
میر غلام بھیک نیرنگ وکیل انبالہ نے آپ کا دیوان
"تحائف اشرفی" کے نام سے مرتب کر کے ۱۳۲۲ھ
میں شائع کیا۔ ۱۱ رجب ۱۳۵۵ھ کو وصال ہوا۔
(محمود احمد: تذکرہ علمائے اہلسنت ص ۱۸۹)

۴؎ مولانا شاہ احمد رضا خان بریلوی علیہ الرحمۃ ۱۲۷۲ھ/
۱۸۵۶ء میں بریلی شہر میں پیدا ہوئے۔ ۴ سال کی عمر
میں قرآن مجید ختم کیا۔ ۱۸۶۹ء میں تمام درسی علوم سے
فارغ ہو گئے اور اس وقت آپ کے والد ماجد مولانا
نقی علی خان نے فتویٰ نویسی کا کام آپ کے سپرد کر دیا۔
۱۸۷۷ء میں حضرت شاہ آل رسول قادری مارہروی سے

بیعت ہوئے اور تمام سلسلوں کی اجازت وخلافت حاصل کی ۸۷-۱۸۷ء میں اپنے والد ماجد کے ساتھ زیارت حرمین سے مشرف ہوئے۔ وہاں کے اکابر علماء فضلاء سید احمد دحلان مفتی شافعیہ اور عبدالرحمٰن سراج فقیہ سے فقہ، اصول، تفسیر، حدیث اور دوسرے تمام علوم کی تکمیل کی اور سند حاصل کی۔ متبداول علوم عربیہ ادبیہ میں ماہر کامل فنون عقلیہ نقلیہ وایجاد واجتہاد پر فائز تھے آپ نے ساری عمر تصنیف وتالیف کا سلسلہ جاری رکھا۔ کنزالایمان کے نام سے آپ نے قرآن مجید کا اردو ترجمہ لکھا جو موجودہ دور کے تمام تراجم سے ممتاز اور منفرد حیثیت رکھتا ہے۔ یہ ترجمہ تفاسیر معتبرہ قدیمہ کے مطابق ہے زبان کی روانی میں بے مثل ہے۔ حضرت انبیاء کرام علیہم السلام کی عزت وحرمت کا نگہبان ہے۔ آپ کے خاص فقہی مسائل میں فتاویٰ رضویہ ۱۲ جلدوں میں کئی ہزار صفحات پر مشتمل ہے کم وبیش ایک ہزار تصانیف آپ کی یادگار ہیں جو پچاس مختلف علوم وفنون پر لکھی گئی ہیں۔ ۱۹۲۱ء میں وصال ہوا۔

۲؎ مولانا عبدالباری علیہ الرحمہ ۱۲۹۵ھ میں فرنگی محل لکھنؤ میں پیدا ہوئے۔ حضرت مولانا شاہ عبدالباقی فرنگی محلی مدنی علیہ الرحمہ سے اکثر علوم کا درس لیا۔ چند کتابیں حضرت مولانا عین القضاۃ حیدرآبادی سے پڑھیں ۱۳۲۳ھ میں حرمین طیبین کا سفر کیا اور حج کے بعد مدینہ طیبہ میں حضرت علامہ سید علی بن ظاہر الوتری المدنی، شیخ الدلائل علامہ سید امین بن رضوان، علامہ شیخ سید احمد برزنجی اور سید عبدالرحمٰن بغدادی نقیب الاشراف سے سند اجازت حدیث وسلاسل طریقت حاصل کی۔ آپ کو تمام علوم میں تبحر تام حاصل تھا۔ مولانا احمد رضا خاں بریلوی آپ کو فاضل اکمل کہتے تھے۔ سیاست سے بھی گہری دلچسپی رکھتے تھے۔ ۱۳۴۴ھ میں انتقال ہوا۔

(تذکرہ علمائے اہلسنت از علامہ محمود احمد قادری، (مطبوعہ کانپور ۱۳۹۱ھ صـ ۱۷۳)

۱؎ حضرت سیدی احمد الشمس رحمۃ اللہ علیہ بڑے بزرگ اور حافظ الحدیث تھے کسی سے بات نہیں کرتے تھے اگر کسی کا جواب دیتے تو وہ بھی حدیث میں دیتے۔ حضرت علامہ مفتی ضیاء الدین احمد مدنی رحمۃ اللہ علیہ خلیفہ مجاز امام احمد رضا خان فاضل بریلوی نے حضرت شیخ علیہ الرحمۃ سے میلادی شریف تبرکاً دوبارہ پڑھی۔

(ماہنامہ ترجمان اہلسنت کراچی جولائی ۱۹۷۵ء)

انگریز انچارج نے کہا کہ مولانا انگریزی ایسے بولتے ہیں جیسے کوئی فاضل ترین انگریز تقریر کر رہا ہو

(انٹرویو علامہ ضیاء الدین مدنی)

۵؎ حضرت شیخ سنوسی علیہ الرحمہ کے متعلق مولانا عبدالماجد دریا آبادی نے اپنی ایک یادگار ملاقات کا ذکر کتاب "سفر حجاز" میں اس طرح کیا ہے۔

"یہ تو معلوم تھا کہ شیخ سنوسی اعظم عرصے سے مکہ معظمہ ہی میں مقیم ہیں مگر نہ یہ معلوم تھا کہ کہاں مقیم ہیں اور نہ ان کی خدمت میں حاضر ہونے کا کوئی خیال تھا۔ آج صبح ڈاکٹر صاحب (ڈاکٹر عبدالرحمٰن بہاری) نے فرمایا شیخ موصوف کی طبیعت کچھ عرصہ سے ناساز ہے اور ڈاکٹر صاحب ہی کا علاج ہو رہا ہے۔ یہ سن کر طبیعت میں قدرتاً اشتیاق پیدا ہوا اور تھوڑی دیر کے بعد ڈاکٹر صاحب جب وہاں چلنے لگے تو ہم لوگوں کو بھی ہمراہ لے لیا۔ حرم سے کچھ دور ایک بہت بلند ٹیلہ جبل ہندی کے نام سے ہے۔ شیخ وہیں مقیم ہیں صبح آٹھ بجے کا وقت ہوگا ہم لوگ روانہ ہوئے اور جس طرح پہاڑوں پر چڑھتے ہیں بلندیاں اور بلندیوں کے بعد پھر بلندیاں طے کرتے ہوئے شیخ کی منزل گاہ تک پہنچے، یہ تو ایک اچھا خاصہ قلعہ ہے۔ بڑی وسیع لق ودق عمارت بلکہ ایک مجموعہ عمارات۔ اخبارات میں شیخ کا نام آج سے نہیں کم از کم پندرہ بیس سال سے سنتے چلے آرہے ہیں۔ طرابلس میں اطالیوں کے خلاف جہاد اور اس کے بعد خدا معلوم کتنی بار جہاد وغزا ہی کے سلسلے میں شیخ کا نام سننے میں آچکا تھا۔ دل خوش ہو رہا تھا کہ آج اپنے زمانہ کے مجاہد اعظم کا دیدار نصیب ہوگا شیخ کوئی تارک الدنیا زاہد گوشہ نشین نہیں ماشاءاللہ پورے خدم وحشم کے ساتھ یہاں مقیم ہیں۔ رئیسانہ بلکہ شاہانہ ساز وسامان اپنی ضرورت کی ہر شے موجود یہاں تک کہ مسجد بھی موجود، مختلف درجوں اور منزلوں میں متعدد خدام اور دربان ملتے رہے سب سے سلام علیک ہوتی رہی اور کسی میں نجدی سپاہیوں کی سی درشتی اور خشونت نہ ملی یہاں تک کہ اوپر کی منزل میں پہنچے اور ایک کمرہ میں تھوڑی دیر انتظار کرنے کے بعد شیخ نے سامنے طلبی ہوئی۔ کمرہ سامان آرائش ونمائش سے خالی سادگی کی ایک تصویر بنا ہوا۔ وسط میں تکیہ لگائے ایک نہایت ہی حسین سفید ریش بزرگ سفید براق کپڑے پہنے بیٹھے ہوئے چہرہ سفید بال سفید کپڑے سفید اور ان سفیدیوں سے کہیں بڑھ کر شیخ کی نورانیت۔ باطن کے نور اور قلب کی نورانیت کی خبر تو خدا کو لیکن چہرہ کی نورانیت کا یہ عالم کہ نظر سے نظر بھی ملانی مشکل۔ طریق ولایت پر راہ سلوک طے کرنے والے اچھے اچھے بزرگ نظر سے گذر چکے تھے اس وقت شیر مرد کا سامنا تھا جو راہ سلیک طریق نبوت پر طے کر رہا تھا۔ تسبیح وسجادہ حلقہ وخرقہ والے بہت سے بزرگوں کی زیارت نصیب میں آچکی تھی آج اس بزرگ کی حاضری ہو رہی تھی جو صحابہ کرام خصوصاً خلفائے راشدین رضی اللہ عنہم کے نمونہ پر صاحب دل بھی ہے اور صاحب سیف بھی۔ خانقاہ کے اندر بیٹھ کر ذکر وشغل کرنے والا بھی اور میدان میں نکل کر اعداء اللہ سے غزوہ وقتال کرنے والا بھی صوفیاء نے جہاد کی دو قسمیں قرار دے رکھی ہیں جہاد اصغر وجہاد اکبر۔ اس گھڑی مواجہہ اس ذات کا تھا جو جہاد اصغر اور جہاد اکبر کی جامع ہے قبل اس کے کہ شیخ کی زبان سے ایک لفظ بھی نکلے محض چہرہ پر نظر پڑتے ہی دل اپنے پہلو سے غائب تھا اور جس وقت شیخ نے مصافحہ کے لئے ہاتھ بڑھایا اور اس نے دست پاک سے اپنا دست ناپاک مس ہوا جسم میں ایک تھرتھری سی پڑ گئی اور یہ معلوم ہوا کہ آنکھوں کے سامنے ایک بجلی سی کوند گئی آنکھیں پرنم تھیں دل اندر سے بھرا چلا آتا تھا اور جی بے اختیار یہی چاہ رہا تھا کہ شیخ کے قدموں پر آنکھیں ملئے اور خوب رو رو کر دل کی بھڑاس نکال لیجئے۔ ع

اے ہلال ماختم بردے تو

۱۲ ذی الحج ۱۳۴۸ھ

(سفرنامہ از عبدالماجد دریا آبادی مطبوعہ لکھنؤ صـ ۳۲۱ تا ۳۲۳)

۱؎ تاریخ تمدن انڈونیشیا جلد اول شائع کردہ شعبہ اطلاعات سفارتخانہ انڈونیشیا کراچی صـ ۱۴۱

۲؎ رہبل یعنی بیل گاڑی جو سفر کیلئے استعمال ہوتی ہے۔

۳؎ امام احمد رضا، الاستمداد صـ ۷۹

۱؎ علامہ ظفرالدین بہاری، حیات اعلیٰ حضرت جلد اول مطبوعہ کراچی صـ ۵۱، ۵۲

۱؎ علامہ مطیع اثر رضا قادری رحمۃ اللہ علیہ راولپنڈی اپنے ایک مکتوب محررہ مورخہ ۱۸ مئی ۱۹۷۸ء میں

آپ کی تبلیغ سے ۵۰ ہزار سے زائد غیر مسلموں نے اسلام قبول کیا جن میں بورنیو کی شہزادی گلیڈے پالمار، فرانسیسی گورنر مروات، ٹرینی ڈاڈ کی خاتون وزیر فاطمہ ڈونادا اور ڈاکٹر صادق اینٹونوف جیسے ممتاز روسی سائنسداں شامل ہیں

گئے ہوئے تھے ۱۹۳۰ یا ۱۹۳۱ء کا واقعہ ہے کہ علامہ عبدالعلیم صدیقی علیہ الرحمۃ جو اسی شہر سرآباد دہلی تشریف لے گئے جلسہ میلاد النبی میں تشریف لے گئے ٹریننگ سکول (۔۔۔) کے مسلمان ملازمین نے حضرت کی خدمت میں گزارش کی کہ ٹریننگ سنٹر میں ہم لوگ جلسہ میلاد شریف میں حضور کے ارشادات انگریزی زبان میں سننا چاہتے ہیں کیونکہ وہاں بڑی تعداد میں انگریز اور اینگلو انڈین افسران شریک جلسہ ہوں گے۔ حضرت نے درخواست منظور فرمائی۔ دوسرے روز ظہر سے پہلے ٹریننگ سنٹر تشریف لے گئے پہلے کسی صاحب نے اردو اور انگریزی میں تقریر کی۔ دوسری تقریر حضرت کی تھی جو تقریباً ایک گھنٹہ جاری رہی۔ جلسے کے بعد ٹریننگ سنٹر کے انگریز انچارج نے مولوی عبدالغفار سے کہا کہ مولانا انگریزی اس طرح بولتے ہیں کہ اگر سننے والا ان کی صورت اور لباس کو نہ دیکھ پائے تو اسے یقین کرنا پڑے گا کہ کوئی فاضل ترین انگریز تقریر کر رہا ہے پھر دیر تک گورا انگریز علامہ موصوف سے انگریزی زبان میں گفتگو کرتے رہے۔ حضرت مبلغ اسلام نے خود تو دنیا بھر کا دورہ کرتے ہی تھے لیکن اس کے ساتھ ہی مختلف ممالک میں وہاں کے لوگوں پر مشتمل مبلغین کی بڑی تعداد بھی تیار کی، چنانچہ ڈربن جنوبی افریقہ کے صاحب ثروت خاندان سے مولوی محمد بشیر ازہری اور دوسرے مولوی محبوب خدا بخش صاحب ازہری مدرسہ سعیدیہ دادوں ضلع علی گڑھ میں میرے ساتھ پڑھتے رہے ہیں۔ اسی طرح کئی طلبہ کو حضرت اپنے ساتھ ہندوستان لاتے ان کے اخراجات خود برداشت کرتے اور فراغت کے بعد انکے وطن واپس بھیج دیتے۔

۱؎ تذکرہ اکابر اہلسنت محمد عبدالحکیم شرف قادری مطبوعہ لاہور ۱۹۷۶ء ص ۲۳۰

۲؎ ذکر حبیب حصہ اول مطبوعہ المرکز الاسلامی بی بلاک شمالی ناظم آباد کراچی ص ۔

۳؎ روزنامہ جنگ راولپنڈی ۳ اکتوبر ۱۹۶۹ء

●●

مسئلہ علم غیب

حافظ ظفر اقبال طاہر۔ منڈی بہاؤالدین (گجرات)

ہمارا عقیدہ ہے کہ نبی پاک سرکار حقیقت کے اعتبار سے نور اور دنیاوی عہدے کے اعتبار سے بشر ہیں۔ جو آدمی حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی نورانیت مقدسہ کا مطلقاً انکار کرے وہ بھی کافر اور جو آدمی آپ کی بشریت مقدسہ کا مطلق انکار کرے وہ بھی کافر ہے۔ دیوبندی حضرات کا عقیدہ ہے کہ جو آدمی حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی حقیقت کو بشر تسلیم نہ کرے وہ کافر ہے اس کے متعلق چند دلائل دیئے جاتے ہیں خداوند قدوس ارشاد فرماتا ہے۔ اے پیارے حبیب اپنے متعلق ارشاد فرماؤ کہ میں ہی سب سے پہلا مسلم ہوں۔ پارہ نمبر ۸ آیت نمبر ۱۶۳ سورہ الانعام ہے اس آیت کی تفسیر میں علامہ قرطبی فرماتے ہیں۔ ترجمہ۔ بے شک نبی پاک سرکار اول المسلمین اس لئے ہیں کہ آپ سب سے اول پیدا ہوئے۔ حضرت قتادہ فرماتے ہیں کہ نبی پاک سرکار نے ارشاد فرمایا کہ میں سب سے پہلے پیدا ہوا ہوں اور سب انبیاء کے آخر میں مبعوث ہوا ہوں تفسیر قرطبی ص ۱۵۵ حوالہ نمبر ۲ تفسیر روح المعانی میں صاحب تفسیر لکھتے ہیں کہ نبی کریم نے ارشاد فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے سب سے پہلے میرا نور پیدا فرمایا روح المعانی ص ۔ حوالہ نمبر ۳ دیوبندی مفسر مولانا مفتی محمد شفیع صاحب لکھتے ہیں کہ مخلوقات میں سب سے پہلے حضور کا نور پیدا کیا گیا اس کے بعد تمام آسمان زمین اور مخلوقات وجود میں آئی جیسا کہ ایک حدیث میں ارشاد ہوتا ہے کہ اول ما خلق اللہ تعالیٰ نوری۔ معارف القرآن ص ۱۵۰ دیوبندی عالم مولانا شبیر عثمانی لکھتے ہیں کہ عموماً مفسرین انا اول المسلمین کا مطلب یہ سمجھتے ہیں اس امت محمدیہ کے اعتبار سے آپ اول المسلمین ہیں لیکن جب جامع ترمذی کی حدیث کنت نبیاً و آدم بین الروح والجسد کے موافق آپ اول الانبیاء ہیں تو اول المسلمین ہونے میں کیا شبہ ہو سکتا ہے۔ تفسیر عثمانی ص ۱۹۴

حوالہ نمبر ۵۔ بانی دارالعلوم دیوبند مولوی قاسم نانوتوی رقمطراز ہیں کہ "یہ بات سب کے نزدیک مسلم ہے کہ آپ اول المخلوقات ہیں" مناظرہ عجیبہ۔

حوالہ نمبر ۶۔ اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے کہ وما ارسلنٰک الا رحمۃ للعالمین" اور نہیں بھیجا ہم نے آپ کو مگر تمام جہانوں کے لئے رحمت بنا کر" دیکھئے اللہ ہے رب العالمین اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم رحمۃ للعالمین جس طرح رب کا عالمین سے پہلے ہونا ضروری ہے اسی طرح رحمت کا بھی عالمین سے پہلے ہونا ضروری ہے اس آیت کی تفسیر میں علامہ سید محمود آلوسی تحریر فرماتے ہیں

حوالہ نمبر ۷۔ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سب کے لئے اس اعتبار سے رحمت ہیں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم تمام ممکنات پر اپنی اپنی قابلیت کے لحاظ سے فیض الٰہی کا واسطہ ہے اور اسی لئے ساری مخلوقات سے پہلے نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا بھی نور مبارک پیدا کیا گیا۔

حدیث شریف میں ہے۔ اے جابر اللہ تعالیٰ نے ساری مخلوق سے پہلے تیرے نبی کے نور کو پیدا کیا۔ تفسیر روح المعانی ص ۱۵ ج ۱۷

اسی آیت کی تفسیر میں اشرف علی تھانوی صاحب لکھتے ہیں ہم نے نہیں بھیجا ہم نے آپ کو اے محمد (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) مگر جہانوں کی رحمت کے واسطے دیکھئے عالمین میں کوئی تخصیص انسانوں یا غیر انسانوں یا مسلمان غیر مسلمان نہیں کی ہے پس معلوم ہوا کہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا وجود ہر شے کے لئے باعث رحمت ہے۔ خواہ وہ جنس بشر ہو یا غیر جنس بشر یا حضور سے زمانہ متاخر ہو یا متقدم ہو۔ متاخرین کے لئے رحمت ہونا تو بعید نہیں لیکن اولیت کے لئے رحمت ہونے کے لئے بھی حضور کا ایک وجود سب سے پہلے پیدا فرمایا گیا اور وہ وجود نوری ہے کہ حضور اپنے وجود نوری سے سب سے پہلے مخلوق ہوئے اور عالم ارواح میں اس نور کی تکمیل و تربیت ہوتی رہی آخر زمانہ میں اس امت کی خوش قسمتی ہے اس نور نے جسد عنصری میں تاباں ہو کر تمام عالم کو منور فرمایا پس حضور اول آخر تمام عالم کے رحمت ہیں (مواعظ میلاد النبی ص ۱۷۱)

رب العزت ارشاد فرماتے ہیں تحقیق اللہ تعالیٰ کی طرف سے نور آگیا اور روشن کتاب آئی

اس آیت کی تفسیر میں مندرجہ ذیل مفسرین نے لکھا ہے کہ نور سے مراد نبی پاک سرکار آپ کی ذات بابرکات مراد ہے قرطبی ص ۱۱۸ ج ۶، تفسیر کبیر ص ۱۸۹ ج ۱۱، تفسیر روح المعانی ص ۹۷ ج ۶ تفسیر جلالین مع الصاوی ص ۲۱۳۔ بیضاوی شریف ص ۹۸ ج ۱، معالم التنزیل ص ۲۰ ج ۳۔ مظہری ص ۶۷

ان سب حضرات نے نور سے مراد نبی پاک کی ذات مراد لی ہے۔

انہوں نے بھی انہوں نے بتایا کہ وزیراعظم سے بات چیت کے دوران ایک مرتبہ بھی انہوں نے عدالتی فیصلہ کا ذکر نہیں چھیڑا اور نہ ہی گزشتہ میٹنگ جو فروری میں ہوئی تھی اس میں انہوں نے عدالتی فیصلہ کا ذکر کیا تھا۔ البتہ ہم نے دونوں میٹنگوں میں کسی بھی عدالتی فیصلہ کو ماننے سے انکار کر دیا تھا کیونکہ اس مسئلہ سے کروڑوں ہندوؤں کے شدید مذہبی جذبات وابستہ ہیں۔

وزیراعظم سے وشو ہندو پریشد کی اسی ملاقات کے وقت وزیر مملکت برائے داخلہ سبودھ کانت سہائے بھی موجود تھے اور انہوں نے سید شہاب الدین کو بھی بات چیت کے لئے بلا رکھا تھا۔ وزیراعظم نے بابری مسجد ایکشن کمیٹی والوں کو بھی بات چیت کی دعوت بھیجی تھی مگر ابھی تک یہ میٹنگ نہیں ہوئی ہے۔

اس طویل داستان اور کشمکش کے بعد بظاہر تو یہی باقی رہ گیا ہے کہ ۲۳ اور ۲۴ جون کی دھرم آچاریوں کی کانفرنس کا انتظار کیا جائے۔ تب ہی معلوم ہو سکے گا کہ اب مندر کی تعمیر کے لئے کون سی نئی تاریخ طے کی جائے گی۔ جہاں تک دوارکا اور بدری ناتھ مٹھ کے شنکر آچاریہ سوامی سروپانند جی سرسوتی کا تعلق ہے انہوں نے ۱۵ جنوری ۱۹۹۱ء کے بعد کسی دن بھی نیا شلانیاس کرنے کا اعلان کیا ہے۔ اس لئے ان کی طرف سے تو اب اس تاریخ تک امن رہے گا۔ مگر وشو ہندو پریشد کے لیڈران کہتے رہے کہ انہوں نے بنارس کے پنڈتوں سے مشورہ کیا ہے وہ سوامی سروپانند جی کی متعینہ تاریخ کو غلط بتاتے ہیں اور پھر چار شنکر آچاریہ ہمارے ساتھ ہیں۔ سوامی سروپانند جی تو خواہ مخواہ اپنے آپ کو زیادہ بڑا بنا کر پیش کر رہے ہیں۔

دوسری طرف جگت گرو شنکر آچاریہ سوامی سروپانند جی نے حال ہی میں ایک پریس کانفرنس کے دوران بابری مسجد رام جنم بھومی استھان پر ہونے والی نئی تعمیرات کے سلسلے میں انکوائری کا مطالبہ کیا ہے۔ انہوں نے وشو ہندو پریشد پر بھگوان رام کے نام پر سیاست کی دوکان چمکانے کا الزام لگایا ہے۔ انہوں نے ہندوؤں میں مسلمانوں کے خلاف نفرت پیدا کرنے کے لئے بھی وشو ہندو پریشد کو خوب ملعون کیا ہے۔ اس طرف اشارہ کرتے ہوئے انہوں نے کہا کہ وشو ہندو پریشد نے وہاں پر ایک نمائش لگائی ہے جس میں فرضی تصاویر کے ذریعے مغل دور میں رام مندر کا انہدام دکھایا ہے۔

شنکر آچاریہ سوامی سروپانند سرسوتی

ہر سال سولہ لاکھ سے بھی زیادہ عقیدتمند ہندو رام مندر کے درشنوں کو آتے ہیں اور ان میں یقیناً یہ تصویریں دیکھ کر مسلمانوں کے خلاف نفرت اور غصہ پیدا ہوتا ہوگا۔ اس طرح وشو ہندو پریشد ہندوؤں میں مسلم مخالف جذبات پیدا کر کے ہمارے سماج کی بنیادوں کو ہی خطرے میں ڈال رہی ہے۔

شنکر آچاریہ جی کی اس بات سے کوئی بھی صاحب رائے شخص انکار نہیں کر سکتا۔ ہمیں یہ تو نہیں پتا کہ اس نمائش کی اجازت سابقہ حکومت نے دی تھی یا موجودہ حکومت نے مگر اس مقام پر کسی قسم کی بھی نمائش گاہ یا اور بھی کسی تعمیر کا وجود توہین عدالت کے مترادف ہے کیونکہ عدالتی حکم صاف ہے کہ اس مقام کو جوں کا توں رکھا جائے اور اس میں کسی قسم کی تبدیلی نہ کی جائے۔ پھر اس نمائش کی اجازت کیسے دیدی گئی۔ موجودہ حکومت کو اس طرف فوری توجہ دینی چاہئے اور نفرت پھیلانے والی اس فرضی نمائش کو فوراً ہٹا دینا چاہئے۔

ابھی اس پریس کانفرنس میں شنکر آچاریہ جی نے دوبارہ اس بات پر اصرار کیا کہ وشو ہندو پریشد نے کارسیوک "وقت پر" ایودھیا میں جو شلانیاس کیا تھا وہ دھرم شاستروں کے خلاف تھا۔ انہوں نے کہا کہ فی الحقیقت وشو ہندو پریشد مندر کی تعمیر کے سلسلے میں مخلص نہیں ہے۔ وہ تو چاہتے ہیں کہ کسی طرح اس مسئلہ کی ہانڈی ابلتی رہے تاکہ وہ لوگ بھاجپا کے متوقع وسط مدتی انتخاب میں پھر پہلے کی طرح اس مسئلہ سے فائدہ اٹھا سکیں۔ انہوں نے پھر اعلان کیا کہ وہ اترائن کے بعد ۱۹ جنوری اور ۲۱ جون کے درمیان کسی بھی شبھ گھڑی رام مندر کا شلانیاس کریں گے۔ اور ہم تعمیر میں ہندو مسلم اور عیسائیوں سب کا تعاون لیں گے۔

اس درمیان میں بڑے پراسرار انداز میں اچانک یہ خبریں اخبارات میں آئیں کہ وشو ہندو پریشد کے بعض حلقے ایک نئی اسکیم کے حق میں ہیں اور وہ اسکیم یہ ہے کہ بابری مسجد کے چاروں کونوں پر دیوقامت ستون کھڑے کئے جائیں۔ اور ان ستونوں پر جدید انداز میں رام جنم مندر کی تعمیر کی جائے لیکن دوسرے ہی دن مہنت اویدناتھ نے اس کو مسترد کر دیا کہ ایسی کوئی اسکیم ان کے زیر غور نہیں ہے اور نہ ہی وشو ہندو پریشد نے ایسی کوئی تجویز اخبارات کو بھیجی ہے۔ ابھی تک صحیح طور پر یہ معلوم نہیں ہو سکا ہے کہ یہ تجویز کس نے اور کس نیت سے اخبارات کو بھجوائی تھی۔

بہرحال حکومت کی چابکدستی اور سخت رویے کی بدولت ۸ جون کی تاریخ تو ساتھ خیریت کے نکل گئی مگر اس طرح بے عملی کے ساتھ گاڑی کب تک چلے گی۔ وزیراعظم نے جارج فرنانڈیز، مدھو ڈنڈوتے اور مختار انیس پر مشتمل کمیٹی اس قضیہ کے سلسلے میں بنائی تھی اس نے گزشتہ چار ماہ میں صرف دو میٹنگیں کیں اور وہ آمدن، نشستن گفتن برخاستن کے مصداق رہیں۔ یہ معاملہ اب تعطل کی حکمت عملی سے حل ہونے والا نہیں ہے۔ اسکے حل کے لئے تو حکومت کو ایک واضح فیصلہ لینا ہی پڑے گا خواہ اس کے سیاسی نتائج و عواقب کچھ بھی ہوں۔ ورنہ بے عملی کی بدولت حالات اس قدر خراب اور تباہ کن ہو جائیں گے کہ پھر حکومت کے سنبھالے نہ سنبھل سکیں گے۔

(بشکریہ ہفت روزہ اخبار نو دہلی)

فرضی تصاویر کے ذریعہ مغل دور میں رام مندر کا انہدام دکھایا گیا ہے، اس کا مقصد ہندوؤں کے دلوں میں مسلمانوں کے خلاف نفرت اور غصہ پیدا کرنا ہے۔

بجٹ اور سرکاری ملازمین

تحریر: محمد سلیم قادری

[illegible] سرکاری ملازمین کی تنخواہوں پر بحث ہوتی ہے ہر [illegible] کی تنخواہ پر بحث ضرور ہوتی ہے [illegible] کہ ہماری سرکار [illegible] کے ذریعے [illegible] تنخواہ کے ساتھ [illegible] معزز ممبران اسمبلی کی تنخواہ [illegible] ایک دوسرے کے اضافے کو تحفظ دینے کے لئے متحرک ہو جاتے ہیں اور [illegible] کا سوال ہے [illegible] آج تک کام ہی [illegible] ہے۔

بجٹ آیا پیش ہوا اور منظور ہو گیا۔ معزز اسپیکر صاحب نے بجٹ اجلاس میں اسمبلی ممبران کے کردار کی تعریف کی اور خصوصی اجلاس کی کامیابی پر خراج تحسین پیش کیا اسپیکر صاحب تو پوری اسمبلی کی ایک غیر متنازعہ شخصیت ہیں۔ اور اس کا اندازہ ہمیں اس وقت ہوا جب ایک معزز رکن اسمبلی جناب ڈاکٹر شیر افگن خان نیازی صاحب نے اپنا آئینی حق استعمال کرتے ہوئے اسپیکر کے خلاف ہائیکورٹ میں درخواست داخل کر دیا تو پوری اسمبلی نے ہی اس بات پر احتجاج کیا۔ ہماری یہ بات سمجھ میں نہیں آئی کہ جمہوریت میں عدالت سے رجوع کرنے پر اعتراض کیوں ہے؟

معزز اسمبلی جمہوریت کی پاسبان ہے اور اسے خود جمہوری اصولوں کا پاس رکھنا چاہیے۔ جمہوری اصولوں کے تحت کوئی بھی شہری کسی مسئلے کے حل کے لیے عدالت سے رجوع کر سکتا ہے اور یہ اس کا آئینی حق ہے اسمبلی ممبران کا اس حق کے استعمال کے خلاف احتجاج دراصل ان کا غیر جمہوری رویہ ہے ہم معزز ارکان اسمبلی سے درخواست کریں گے کہ پارٹی میں اختلاف ہو یا اسمبلی میں اسے جمہوری انداز میں حل کیجئے اختلاف برائے اختلاف کی روایت ختم کر دیجئے ملک اور قوم کے ساتھ اخلاص دکھائیے اپنی انانیت کے خول سے باہر نکل آئیے اور صرف ملک اور قوم کے لئے کام کیجئے

بات ہم بجٹ پر کرنا چاہتے تھے مگر بات کہاں سے کہاں نکل گئی۔ بجٹ کے آنے سے پہلے ایک ہوا کھڑا ہوا تھا اور کیوں نہ ہو کہ جون کا مہینہ آنے سے پہلے ہر سال یہ روایت بن چکی ہے کہ بجٹ سے پہلے ہی بجٹ وزیر اور تمام معزز ارکان اسمبلی "بجٹ" کو پڑھ لیتے ہیں۔ تاکہ زیادہ سے زیادہ منافع کمایا جا سکے۔ کیونکہ انہیں معلوم ہے پاکستان کی تاریخ میں کبھی کسی چیز کی قیمت کم نہیں ہوئی عالمی منڈی کے حوالے سے ہمارے ہاں تیل کی قیمت میں اضافہ کیا جاتا ہے۔ لیکن کبھی بھی اس حوالے سے تیل کی قیمت کم نہیں کی گئی اور یہ ایسی جنس ہے جس پر اضافہ تقریباً تمام ہی ضروریات زندگی کی اشیاء پر اضافے کا سبب بنتا ہے۔ کیونکہ یہ اشیاء بغیر نقل و حمل کے ہم تک نہیں پہنچتیں۔ نقل و حمل کے لیے گاڑی استعمال ہوتی ہے اور گاڑی پیٹرول سے چلتی ہے عام لوگ بجٹ آنے سے پہلے اور اس کے بعد ٹھنڈی آہیں بھرتے دیکھے گئے ہیں۔ کیونکہ ہوا ہی ایسی چیز ہے جس پر کوئی ٹیکس آج تک تو نہیں لگا لیکن خطرہ یہ ہے کہ ماحولیات کی وزارت کا خرچ نکالنے کے لئے اس پر بھی ٹیکس لگا دیا جائے آخر حکومت اپنا خرچ کیسے پورا کرے گی باہر سے آنے والی امداد تو نہیں آتی کہ حکومت کے تمام اخراجات پورے ہو سکیں۔

> **سرکاری تجزیوں میں تکرار کے ساتھ**
> **یہ تاثر ملتا ہے کہ بجٹ سے عام لوگ متاثر نہیں ہوں گے**

عام لوگوں کے لئے بجٹ میں تسلیاں ہی تسلیاں ہوتی ہیں اور ایک جملہ بجٹ آنے سے پہلے اور بعد حکومتی ارکان کی تقریروں، کانفرنسوں اور سرکاری تجزیوں میں تکرار کے ساتھ ملتا ہے اور وہ یہ کہ "بجٹ سے عام لوگ متاثر نہیں ہوں گے"۔ پہلے تو لوگ یہی نہیں سمجھ پاتے تھے کہ وہ عام ہیں یا خاص لیکن انہیں بتایا گیا کہ خاص تو وہ صرف الیکشن کے دوران ہوتے ہیں جب امیدوار انہیں گھر گھر جا کر سلام کرتا ہے اور ووٹنگ کے دن گاڑی بھیج کر انہیں مفت سواری مہیا کرتا ہے جب لوگوں کو معلوم ہوا کہ وہ بے چارے تو ہمیشہ سے عام لوگ کہلاتے ہیں اور فی الحقیقت وہی عام لوگ ہیں تو وہ بڑے خوش ہوئے کیونکہ یہ جملہ حکومت کے پاس امانت ہے کہ انہیں وہیں [illegible] رکھتی ہے آہستہ آہستہ عام لوگوں پر اس مغالطہ کی [illegible] حقیقت کا ادراک ہونے لگا اور جب لوگ اس جملے میں چھپے ہوئے جور و ستم سے آگاہ ہوئے تو انہیں اس جملے سے خوف آنے لگا۔ عام لوگ تو عام ہوتے ہیں۔ انہیں تو بجٹ تقریر سمجھ آتی ہے اور نہ ہی اس کی ٹیکنیکل باتیں انہیں تو دوسرے دن بازار میں اشیائے خورد و نوش کی بڑھی ہوئی قیمتوں سے پتہ چلتا ہے کہ بجٹ میں کیا کیا گیا ہے۔ اس لیے عام لوگوں کا مطالبہ ہے کہ بجٹ تقریر سے اس جملے کو خارج کیا جائے کیونکہ یہ جملہ عام لوگوں کے استحقاق کو مجروح کرتا ہے تاکہ آئندہ کوئی بھی خزانے کا وزیر اس غلطی کا مرتکب نہ ہو" عام لوگ" اپنا استحقاق مجروح کرنے کی کسی کو "اجازت نہیں دیں گے"۔ کیا کہ عوامی حکومت کا عوامی وزیر۔

جب ہم نے عام لوگوں کے اس غم و غصے سے "بھولے" کو آگاہ کیا تو بھولا ہنس کر بولا "میاں" حکومت بھی بہت کہتی ہے کہ دہشت گردوں کو دہشت گردی کی اجازت نہیں دی جائے گی۔ ڈاکوؤں کو ڈاکے ڈالنے کی اجازت نہیں دی جائے گی۔ اور قانون ہاتھ میں لینے کی اجازت نہیں دی جائے گی وغیرہ۔ لیکن کون حکومت کی اجازت کی پرواہ کرتا ہے۔ لہٰذا حکومت کیوں عام لوگوں کی پرواہ کرے۔

ملازمت پیشہ افراد جس کسمپرسی کی زندگی گزار رہے ہیں اس کا اندازہ ان ہی لوگوں کو ہو سکتا ہے جن کے پاس "اوپر کی آمدنی" کے ذرائع میسر نہیں یا وہ جان سے کسب فیض حاصل نہیں کرتے۔ سرکاری ملازمین کو اپنی

باقی صفحہ ۵۰ پر

ورلڈ کپ فٹبال ٹورنامنٹ ۱۹۹۰ء

میراڈونا کوئی معجزہ نہ دکھا سکے

محمد حنیف شاہد

کھیلوں کی دنیا کے عظیم تر مقابلے ورلڈ کپ فٹ بال ۹۰ ITALIA اپنی تمام تر رعنائیوں اور حشر سامانیوں کے ساتھ ۸ جولائی کو اٹلی کے شہر روم کے اولمپک اسٹیڈیم میں اختتام پذیر ہوئے فائنل مقابلہ مغربی جرمنی اور ارجنٹائن کے مابین ہوا جسے مغربی جرمنی نے صفر کے مقابلے میں ایک گول سے جیت کر عالمی چیمپئن ہونے کا اعزاز حاصل کیا فائنل توقعات کے عین مطابق خاصا دلچسپ رہا اور دونوں ٹیموں نے اپنی بھرپور صلاحیتوں کا اظہار کیا مگر کھیل کے دوران دی جانے والی پنیلٹی کک کا فیصلہ خاصا متنازعہ رہا اور اس کک پر ہونے والے گول نے جرمنی کو کامیابی دلائی۔ ارجنٹائن کے منیجر، کپتان ڈیگو میراڈونا نے میکسیکو کے ریفری کو تنقید کا نشانہ بناتے ہوئے ان پر جانبداری برتنے کا الزام لگایا واضح رہے کہ کیمرون اور انگلینڈ کے مابین کھیلے جانے والے کوارٹر فائنل میں بھی ریفری کے کردار پر خاصی لے دے ہوئی تھی اور اس میچ کو بھی یہی ریفری سپروائز کر رہے تھے۔ فائنل مقابلے میں ریفری کے کردار پر شکایت کے ساتھ ساتھ اس حقیقت کو بھی تسلیم کرنا پڑے گا کہ مغربی جرمنی کے کھلاڑیوں نے بہترین کھیل کا مظاہرہ کیا اور ارجنٹائن کے گول پر بھرپور حملے کئے جس کا اندازہ اس بات سے بخوبی لگایا جا سکتا ہے کہ پہلے ہاف کے کھیل کے دوران ۶۲ فیصد گیند جرمن اور ۳۸ فیصد گیند ارجنٹائن کے کھلاڑیوں کے پاس رہی جس سے جرمنی کی کامیاب حکمت اور شاندار (BALL-PASSING) کا مظاہرہ ثابت ہوتا ہے فائنل مقابلے میں جرمنی کے کپتان گرگ میتھوز اور روڈی وولر کا کھیل انتہائی نمایاں رہا جرمن کپتان نے حکمت محنت اور ذمہ داری کے ساتھ ساتھ ایک ہی

بھی اہم رول ادا کیا جبکہ دوسری جانب ارجنٹائن کی ٹیم جو اپنے ابتدائی میچ میں پہلی مرتبہ ورلڈ کپ کے لئے کوالیفائی کرنے والی ٹیم کیمرون سے شکست کھا گئی تھی فائنل میں روایتی کھیل کا مظاہرہ کیا۔ ارجنٹائن کے منیجر، کپتان میراڈونا کی حکمت عملی یہ تھی کہ چونکہ ارجنٹائن کے چار بہترین کھلاڑی ییلو کارڈ [illegible] کی بنا پر اس میچ میں نہیں کھیل سکتے تھے لہذا دفاعی کھیل کھیل کر میچ کو ٹائی کر دیا جائے اور پنلٹی ککس پر قسمت آزمائی کی جائے ناقدین نے ارجنٹائن کی شکست میں دفاعی حکمت عملی پر انحصار کو وجہ قرار دیا ہے۔ ارجنٹائن کی اس حکمت عملی سے مغربی جرمنی کے کھلاڑیوں نے بھرپور فائدہ اٹھایا اور گول پر جارحانہ انداز سے حملے جاری رکھے [illegible]

[illegible]

صدر اور وزیر اعظم میں اختلافات کا نتیجہ برآمد ہونے کو ہے

- اختلافات اس جگہ پہنچ چکے ہیں جہاں دونوں ایک دوسرے سے اکتا گئے ہیں
- ملک میں جمہوریت کی حقیقی بحالی کے نام پر کسی بھی وقت کوئی سانحہ رونما ہو سکتا ہے

پورا ملک وزیر اعظم کے قریبی رشتہ داروں کی لوٹ مار پر چیخ و پکار کر رہا ہے!

اسلام آباد جہاں بدلتے موسموں کی طرح افواہیں بھی موسمی آثار چڑھاؤ کے ساتھ تبدیل ہوتی رہتی ہیں مگر اس مرتبہ جو افواہیں ایوان جمہوریت کے اوپر سے گزر کر مارگلہ کی بلند چوٹیوں سے ٹکرا رہی ہیں ان میں حقیقت کا گمان ہوتا ہے۔ اسلام آباد میں حکومتی اور مخالف حلقوں کے مطابق سفارتی حلقے بھی اس خدشہ کا اظہار کر رہے ہیں کہ صدر اور وزیر اعظم کے مابین شدید اختلافات کا منطقی نتیجہ اب برآمد ہونے کو ہے۔ ان کے مطابق ملکی اقتدار لاڑکانہ کے ہاتھوں گیا کہ گیا۔ سفارتی حلقوں کے مطابق پاکستان کی قسمت کا فیصلہ کرنے والی قوتوں نے حکومتی تبدیلی پر رضامندی ظاہر کر دی ہے۔ جس کے تحت جولائی کے آخر اور اگست کے وسط میں کوئی بھی واقعہ رونما ہو کر بے نظیر بھٹو کے قدموں تلے سے تخت چھین سکتا ہے۔ اسمبلیاں ٹوٹ سکتی ہیں اور مارشل لاء بھی چڑھائی کر سکتا ہے۔ جو قوتیں ماضی میں اقتدار کے مزے لوٹ چکی ہیں وہ اب خاصی بے چین ہیں جبکہ صدر مملکت کے بارے میں یہ کہا جا رہا ہے کہ موصوف نے ملک میں سیاسی کشیدگی اور طویل محاذ آرائی کا سختی سے نوٹس لیتے ہوئے دونوں متحارب فریقین کے "گورکھ دھندوں" کی ایک مکمل فائل مرتب کر لی ہے جو میدان اقتدار میں بھیڑ بکریوں کی طرح بکنے والوں کو گھر بھیجنے کے لیے کافی ہے۔

صدر اور وزیر اعظم کے مابین اختلافات کوئی نئی بات نہیں، مگر اب یہ اختلافات اس جگہ تک پہنچ چکے ہیں، جہاں دونوں ایک دوسرے سے اکتا سے گئے ہیں اور ان کی کوشش ہے کہ راستہ کی رکاوٹ کو ایک بار زوردار دھماکہ سے کارزر کر ہی دیا جائے، صدر، وزیر اعظم کے مابین اختیارات کی تقسیم سرد ہی کا معاملہ، سینیٹ کی آئینی حیثیت سے لیکر صوبائی خود مختاری تک میں صدر اور وزیر اعظم کے خیالات یکساں نہیں رہے۔ صدر نے اس ضمن میں متعدد بار وزیر اعظم ہاؤس کو تحریری مشوروں سے بھی نوازا مگر وزیر اعظم نے اسے اپنے اختیارات میں بے جا مداخلت قرار دیتے ہوئے ناگواری کا اظہار کیا

اور اب بات یہاں تک پہنچ چکی ہے کہ صدر اور وزیر اعظم کے مابین اختلافات کی خلیج کو سیف اللہ خاندان کا پیپلز پارٹی سے قلبی لگاؤ بھی کم کرنے میں معاون ثابت نہیں ہو پا رہا ہے، تاہم وزیر اعظم محترمہ بے نظیر بھٹو کی کوشش یہ ہے کہ کوئی بھی قوت ان کی منتخب حکومت کے خلاف کوئی بھی اقدام کرے تو وہ اسے ایشو بنا کر ایک بار پھر عوام کے پاس لوٹ جائیں گی، جبکہ دوسری جانب موجودہ سیاسی بزرجمہر کی کوشش ہے کہ پیپلز پارٹی کو کسی طور پر بھی دوبارہ "مظلوم" بننے کا چانس نہ دیا جائے تازہ خبروں میں وزیر اعظم ہاؤس پر سیاسی رہنماؤں کی طرف سے عائد کرپشن کے الزامات کی بھرمار سندھ

میں امن و امان کے لیے فوج کو حاصل ہو رہا اختیارات اور عدلیہ بل کے بارے میں حکومتی پالیسی اس بات کی نشاندہی کرتی ہے کہ ملک میں جمہوری اقدار اور جمہوریت کی حقیقی بحالی کے نام پر کسی بھی وقت کوئی سانحہ رونما ہو سکتا ہے۔

دوسری جانب فوج نے بھی ملک میں جمہوری اقدار کے تحفظ اور سندھ میں مسلمانوں کے انخلا اور ہجرت کے واقعات کو روکنے کے لیے آئینی اختیارات کے ساتھ مشروط تعاون کی پیشکش کی ہے جبکہ پیپلز پارٹی میں موجود ایک سنجیدہ طبقہ بھی اظہار اسلام آباد کی مجوزہ تبدیلی کو نیک شگون قرار دیتا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ سندھی قوم پرست رہنما مخدوم خلیق الزمان کو یہ کہنا پڑا کہ وزارت عظمیٰ کے امیدوار ملک معراج خالد، غلام مصطفیٰ جتوئی اور امین فہیم ہیں جبکہ غلام مصطفیٰ کھر کا خیال ہے کہ اسلام آباد کا موسم بدل رہا ہے، تبدیلیاں ضرور آنے والی ہیں مگر یہ تبدیلیاں جمہوری انداز میں ہونی چاہئیں۔ پیپلز پارٹی کے صف اول کے رہنماؤں کے اخباری بیانات اور رجحانات بھی مستقبل کے واقعات کی چغلی کھا رہے ہیں جبکہ جناب اسپیکر ملک معراج خالد نے تو کسی لگی لپٹی کے بغیر واضح کر دکھا ہے کہ اگر سیاسی دھڑوں نے ہوش سے کام نہ لیا تو نہ رہے گا بانس اور نہ بجے گی بانسری۔

تاہم یہ بات حرف آخر کی طرح سچ ہے کہ وزیراعظم کے زوال میں ان کا حکمرانہ پیش پیش ہے۔ پورا ملک وزیراعظم کے قریبی رشتہ داروں کی لوٹ مار پر چیخ و پکار کر رہا ہے مگر لوٹ مار کرنے والے پر نقاب ڈاکو دن دیہاڑے لوٹنے میں مصروف ہیں، قومی زمین کو کوڑیوں کے بھاؤ نیلام کیا جا رہا ہے کارخانوں پر جبری قبضے ہونے لگے ہیں، جعلی ناموں پر لاکھوں روپے کے قرضہ جات حاصل کر کے خاندانی تسلط قائم کرنے کی کوشش کی جا رہی ہیں مگر یہاں اس حقیقت کو بھی نظر انداز نہیں کیا جانا چاہیے کہ خدا کے ہاں دیر تو ہے اندھیر ممکن نہیں۔

●●

ملتان

اقبال فادانی

پاکستان میں امن عامہ کا مسئلہ

پاکستان میں امن عامہ کا مسئلہ اب سب کے لئے زندگی اور موت کا مسئلہ ہے۔ سندھ میں اب تک جو کچھ ہوا یا جو کچھ ہو رہا ہے۔ اس کی ذمہ داری کس پر ہے؟ کون سے حالات ایسے تھے۔ جن سے منطقی نتائج کے طور پر سندھ کا امن غارت ہوا۔ اور پھر آتشی فسادات کو کس حد تک کے درمیان معصیت نے ہوا دی اس پر بہت کچھ لکھا، پڑھا، کہا اور سنا جا چکا ہے۔ اور ابھی بہت کچھ کہا سنا جا رہا ہے۔

لیکن جناب یہ پنجاب میں کیا ہو رہا ہے۔ اگر ہم پنجاب میں ہونے والی دن دہاڑے کی ڈکیتیوں کا ذکر کریں گے تو شاید یہ کہا جائے کہ ایسا تو ہوتا ہی رہتا ہے لیکن ہم چوری، مار پیٹ بلکہ لوٹ مار، اغوا اور دوسرے جرائم کی بات نہیں کریں گے اگرچہ یہ بھی ایک بہت اہم موضوع ہے بلکہ موضوعات ہیں۔ تو پھر ہم کہنا کیا چاہتے ہیں۔ ہم کہنا نہیں بلکہ میاں نواز شریف سے صرف یہ پوچھنا چاہتے ہیں کہ یہ جھنگ میں کیا ہو رہا ہے؟ پنجاب کے وزیر اعلیٰ میاں نواز شریف کی خوبصورت ناک کی نوک کے عین نیچے۔ جھنگ اس وقت ایک ایسے آتش فشاں کی صورت اختیار کر رہا ہے۔ جو کچھ دنوں کے بعد ایران سے بھی خوفناک زلزلے کا سبب بن سکتا ہے۔ جھنگ کا لاوا جب پھٹے گا تو پھر اس میں بہت کچھ بہہ جائے گا آپ سندھ کے حالات کو بھول جائیں گے۔ حیدرآباد اور کراچی آپ کے ذہنوں سے فراموش ہو جائیں گے اور اندرون پنجاب جو کچھ ہوگا اندرون سندھ ہونے والے کو اس سے عشر عشیر کی نسبت بھی نہیں ہوگی۔ ہم نے جھنگ کی بات کرتے ہوئے [illegible] ہی کا جس کا مولویانہ جملہ ادا کیا ہے۔ کیونکہ ہمارے نزدیک یہ لاوا اسی مولویانہ نعرہ بازی ہی کا نتیجہ ہے کہ جو ایک عرصے سے ہمارے مولویوں اور ذاکروں کے درمیان جاری ہے۔

ہم علی وجہ البصیرت اور پورے انشراح صدر کے ساتھ یہ کہہ رہے ہیں کہ جھنگ اس وقت ایک آتش فشاں کی صورت اختیار کر گیا ہے اور ہم پوری ذمہ داری کے ساتھ پنجاب حکومت پر الزام عائد کرتے ہیں کہ وہ اس صورتحال سے آنکھیں بند کئے ہوئے ہے۔ اس کا یہ بھی مطلب نہیں کہ میاں نواز شریف کو اصل حقائق کا علم نہیں۔ بلکہ وہ سب کچھ جانتے ہوئے بھی اس بھیڑ کا کردار ادا کر رہے ہیں جو بھیڑیئے کو دیکھ کر ممیانا بھی بھول جاتی ہے اور بھیڑیا صاحب بڑی آسانی سے اسے اس کے گلے سے جدا کر کے چلنے میں کامیاب ہو جاتا ہے۔

سندھ کی طرح جھنگ کے حالات بھی آج کی پیداوار نہیں ہیں۔ یہاں جھنگ کے حالات کو سندھ کے حالات کے ساتھ تشبیہ دے رہے ہیں یا موازنہ کر رہے ہیں تو اس کا ایک خاص پس منظر ہے جس پر پھر کبھی بات کریں گے۔ اس وقت تو ہمیں عوام کو یہ بتانا ہے کہ یہاں جھنگ میں فرقہ واریت کے آسیب نے اپنے خونی پنجے گاڑ دیئے ہیں اور لمحہ بہ لمحہ انہیں تیز تر کر رہا ہے۔

ہم ان فسادات کی تاریخ پر کوئی مقالہ نہیں لکھ رہے اس لئے صرف اور صرف ان باتوں کی نشاندہی کریں گے جو آج کے جھنگ کا معمول بن گئے ہیں اور حقیقت دیکھئے کہ نواز شریف بھی اپنی شرافت کی زبان چھوڑنے پر مجبور ہوئے ہیں۔ انہوں نے علماء کے حالیہ کنونشن لاہور میں جو زبان استعمال کی ہے وہ بذات خود اس بات کی دلیل ہے کہ پانی سر سے بہت اونچا ہو رہا ہے۔ میاں صاحب اب فرما رہے ہیں کہ فرقہ واریت کا پرچار کرنے والوں کو سختی سے کچل دیا جائے گا ان کی زبانیں گدی سے کھینچ لی جائیں گی۔ کافر سازی کی فیکٹریاں تباہ کر دیں گے لیکن میاں صاحب! یہ سب کچھ آپ کیسے کریں گے اور آپ کر بھی کیسے سکتے ہیں کہ یہ دونوں فیکٹریاں آپ ہی کی لائسنس یافتہ ہیں۔ دونوں کے ملجا و ماویٰ یہی ہیں دونوں کے ولی نعمت اور سرپرست آپ اور صرف آپ ہیں۔ آپ یہ نہیں کر سکیں گے۔ ذرا تحمل دیکھئے۔ اور ذرا ٹھنڈے دل و دماغ سے اگر آج تک آپ کے پاس ہیں تو غور کیجئے۔ خدا اور رسول کے لئے نہ سہی صرف اور صرف پاکستان کے لئے بھی نہ سہی چلئے اپنی وزارت علیہ کے تحفظ اور پھر "لاہور" کے دفاع کے لئے ہی سوچئے پھر

اگر جھنگ کو یہ لاوا اُبلا تو اس کا پہلا شکار میرا ملک
اور آپ کا ملک ہی بنے گا بلکہ اس سے زیادہ متاثر
ہوگا۔

اب جو کچھ ہو رہا ہے وہ پورا ملک جانتا ہے کہ جھنگ
میں مولانا حق نواز جھنگوی کو قتل کیا گیا۔ وہ بے انتہا
خیالات میں کتنے راسخ تھے اور مخالف فرقے کے لئے کس
قدر سخت تھے۔ یہ بھی ایک الگ موضوع ہے۔ ہم صرف
ان واقعات کا ذکر کر رہے ہیں جو حضرت جھنگوی صاحب
کے قتل کے بعد رونما ہوئے یا آج بھی پردۂ ابہام میں ہیں
اور کسی بھی وقت ان کا ظہور ہو سکتا ہے۔ مولانا جھنگوی
کے قتل کے بعد یہ ایک عجیب حقیقت ہے کہ وہ تمام
علاقہ جہاں مولانا کی مسجد ہے یا ان کی رہائش تھی بالکل
پر امن رہ سکتا ہے اور جھنگ شہر فسادات کی گرفت میں آ
گیا ہے۔ اب تک اس فرقہ وارانہ تصادم میں پندرہ بیس گاہ
شہر میں جلا دیئے گئے ہیں کئی لاکھ روپے کا مال لوٹ لیا
گیا ہے۔ اور پھر املاک نذر آتش کر دی گئیں لیکن کن بدبختوں کی؟
ان لوگوں کی جو کسی بھی براہ راست یا بالواسطہ ان
فسادات میں کسی طرح بھی شریک نہیں رہے۔

لوٹ مار کا شکار ہونے والوں میں وہ سُنی شامل ہیں
جن کی دکانیں یا گھر شیعہ آبادی کے درمیان تھے اور وہ
وہاں "اقلیت" میں تھے اسی طرح وہ شیعہ دکاندار یا مکین بھی
لوٹ مار کا شکار ہوئے جو سُنی آبادی میں "اقلیت"
کے طور پر بستے تھے۔ دونوں طرف طریقِ واردات ایک
جیسا ہے یعنی جب لوگ اپنی اپنی دکانیں بند کر کے گھروں کو
چلے گئے تو ایک فرقے کے کچھ لوگ جمع ہو گئے۔ کلاشنکوف
بردار پولیس پچاس نوجوان آگے ہو گئے۔ ٹرکوں میں جو تھے
پہلے تو دکانوں کو لوٹا۔ ٹرک مال و اموال سے بھر لئے اور
انہیں بحفاظت اپنے گھروں تک پہنچا دیا گیا اور پھر ان
کی دکانوں یا مکانوں کو آگ لگا دی۔ دونوں فریق ایک
طرح کا اسلحہ استعمال کر رہے ہیں اور ایک ہی طریقِ واردات
کے مطابق لوٹ مار دونوں طرف سے ہو رہی ہے۔

اس صورتحال سے پولیس کی بن آئی ہے۔ وہ پہلے تو
فسادات ہونے دیتی ہے بلکہ خود کراتی ہے۔ اور پھر بعد
میں جا کر گلی محلوں میں دہشت ڈالتی ہے۔ ایک ایک
گھر میں گھس کر بلا امتیاز خواتین اور مردوں کی بے عزتی
کرتی ہے۔ مار پیٹ اور گالم گلوچ تو پولیس کی اپنی پرانی
روایت ہے۔ اس پر وہ سختی سے عمل کرتی ہے۔ سینکڑوں
بے گناہوں کو دھر لیا گیا ہے اور مجرموں کی طرح ہانک کر تھانوں میں
لے جایا گیا ہے۔ اور پھر وہاں "منگ منگا" ہو رہا ہے کئی نوجوان
جو نہ جانے کن کی غلطیوں کی بنیاد پر حوالات میں بند ہیں اور جو

کر بیٹھے ہیں وہ شدید کا شکار رہتے ہیں۔ ایک دن سے
کچھ کو پہلے روز۔ کچھ کو دوسرے روز اور پھر باقی ماندہ
کو تیسرے روز باضمانت ملک کے لئے پیسے ادا ہو جائیں
چھوڑ دیا جاتا ہے۔

اب صورتحال یہ ہے کہ دونوں طرف سے اسلحہ کے
انبار لگ رہے ہیں اور کسی منحوس گھڑی کا انتظار کیا جا رہا
ہے۔ یہاں ملتان سے پہنچنے والی رپورٹوں کی اطلاعات کے
مطابق اب یہ لوگ صرف کلاشنکوف پر ہی بھروسہ نہیں
کر رہے بلکہ اس سے بڑے اسلحہ جات بھی آزمانے
کے در پے ہیں۔

یہ نہیں کہ اس ساری صورتحال کا پتہ ہے میاں نواز
شریف کو بھی اس بات کا علم ہے اور اگر نہیں ہے تو ہم انہیں
بتلا دیتے ہیں۔ تاکہ وہ پھر یہ نہ کہیں کہ ہمیں خبر نہ ہوئی۔
ہمارے نزدیک اب یہ مسئلہ مذہبی نہیں رہا بلکہ سیاست
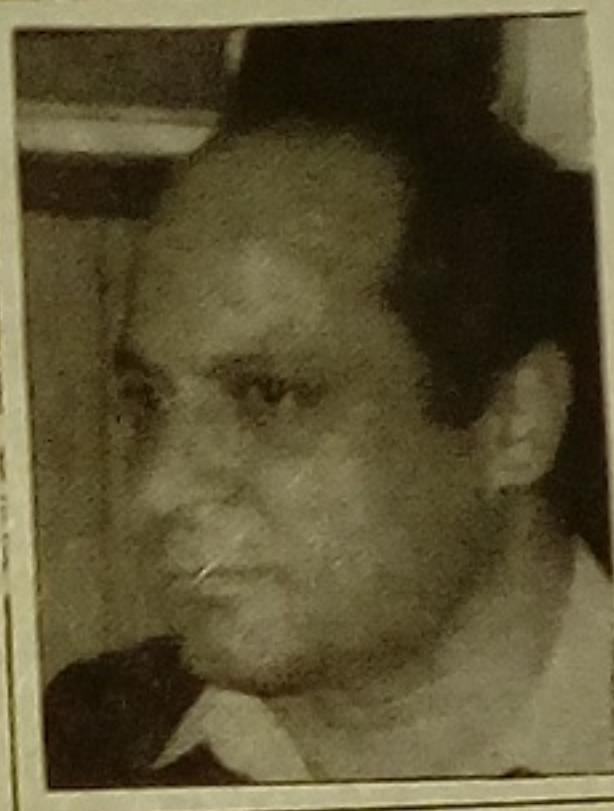
زدہ خطرہ شیعوں کے ہاتھوں میں آ گیا ہے۔ مزے اور افسوس
کی بات یہ ہے کہ جھنگ میں متحارب دونوں گروپ ہی
میاں نواز شریف کے حامیوں میں سے ہیں۔ ایک طرف جمعیت
علماء اسلام ہے جس میں نام تو مولانا فضل الرحمن کا لیا جاتا
ہے لیکن کام حضرت درخواستی کے نام پر خاتمہ ہونے والا
دھڑا دکھا رہا ہے۔ جو میاں صاحب کے حامی ہیں۔ اسی
طرح شیعہ حضرات کی طرف سے اگر کوئی سرپرستی ہو رہی ہے
تو محترمہ سیدہ عابدہ حسین بھی میاں نواز شریف ہی کے گروپ
سے تعلق رکھتی ہیں اور جھنگ کے دو ایم پی ایز بھی میاں
صاحب کے دیوان خاص میں سے ہیں جو اس صورتحال کو کنٹرول
کر رہے ہیں۔

مولانا جھنگوی کا قتل کوئی معمولی بات نہیں تھی اسی
کا ردعمل بہت سخت اور زبردست ہونے کا خطرہ تھا
لیکن پولیس بھی میاں نواز شریف کے ایک بہت بڑے

محترمہ بھی سخت دو لوگوں کے ساتھ اپنے ذریعے تعلقات
اور جواب آرام کے طفیل ہیں اس واسطے شاید مسئلے کو کسی بڑے
فساد کی بنا نہیں بننے دیا ایک لحاظ سے یہ بہت اچھا ہی
ہوا خلقِ خدا کی جانیں بچ گئیں۔

جو ابھی ابھی پچھلے مولانا جھنگوی کے قتل کے دوسرے
روز صبح سویرے ہوئے پہنچے اور پھر مولانا جھنگوی کی وہ
تمام پیشگوئیاں ہو بہو پوری ہوتی نظر آئیں۔ مولانا مقتول کہا
کرتے تھے کہ اگر مجھے کچھ ہو گیا تو خون کی ندیاں بہہ جائیں گی
پر سے بھرپور یہ اس لئے گئے وہ کرتے گئے انہیں کی بڑی بات
کہ یہ سب کہنے کی باتیں ہیں۔ پھر یہاں ملتان میں ابھی کوئی
اور اجتماع ان دنوں میں نہ ہو سکا۔ کیوں؟ اس کی وجہ
ایک تو یہ ہے کہ اجتماع کرنے والے بھی جانتے ہیں کہ فتنہ
پردازی قتل سے زیادہ سنگین ہے اس لئے انہوں نے
لوگوں کو بلا وجہ اشتعال دلا کر سڑکوں پر نہ لانے کا فیصلہ کیا
اور پھر یہ بات بھی تھی کہ اگر عوام کو سڑکوں پر لائیں تو کس
کے خلاف۔ میاں نواز شریف کے خلاف، اپنے ہی محسن کے
خلاف، جنرل ضیاء الحق مرحوم کے منہ بولے بیٹے اور سیاسی
جانشین کے خلاف، نہ بابا نہ۔ ہم سے تو یہ نہیں ہوگا۔

اب ہم میاں نواز شریف سے ہی کہہ رہے ہیں کہ آپ نے
اپنے ہی ساتھی علماء کو بلا کر ڈانٹا ہے۔ کاش کہ ملتان
کی ایک مسجد میں ہونے والے اجتماع میں عوام کے
جذبات بھی آپ تک پہنچائے جا سکتے۔ وہ آج بھی آپ
کی طرف دیکھ رہے ہیں کہ آپ اصل قاتلوں کو کب گرفتار
کرتے ہیں اور انہیں کیفرِ کردار تک پہنچاتے ہیں۔ مقررین
کی تقاریر کا سخت تلخ لہجہ بھی اس بات کی غمازی کرتا تھا
کہ آپ نے اتنے بڑے واقعہ کو معمولی اہمیت بھی نہیں دی۔
اور اسی وجہ سے آج جھنگ کی صورتحال مخدوش ہے
ان کا یہ بھی کہنا تھا کہ صوبے کے سربراہ نے جھنگ جا کر
حالات کا براہِ راست پتہ کرنے کی تکلیف بھی گوارا نہیں کی
اور اس کے برعکس وہ مولانا جھنگوی کے ساتھیوں کو ڈانٹ
ڈپٹ کر کے مخالف فریق کے ہاتھ مضبوط کر رہے ہیں۔ ایسی
صورت میں ہم ایک بار پھر پاکستان کے عوام کو بتا رہے ہیں
کہ جھنگ میں سب اچھا نہیں ہے اگر کوئی بھی صاحبِ دل
ہماری بات پر یقین کر کے جھنگ کے حالات کو معمول پر
لانے کے لئے میاں صاحب سے بات کرے تو اللہ تعالیٰ
کے ہاں اجرِ عظیم کا مستحق ٹھہرے۔ جھنگ اور ارد گرد کے
لاکھوں شہریوں کے دلوں سے ایک جان لیوا خوف کو دور کر
کے خلقِ خدا پر مہربانی کرے اور پھر سب سے بڑھ کر یہ
کہ پاکستان میں امن و امان کے مسئلے کو بہتر بنانے کی ضمانت دے

وما علینا الا البلاغ المبین۔

کراچی

میر نادر خان مروت

متحدہ حزب اختلاف نے

کراچی کو سیاسی میدان بنایا ہوا ہے

○ کیا عوام کا خون بہائے بغیر اقتدار تک پہنچنا ناممکن ہے

○ یہ اسلام کو صرف حصولِ اقتدار کے لئے استعمال کرتے ہیں

نہیں معلوم کہ ہمارے ملک کے سیاسی لیڈروں کو اللہ تعالیٰ نے برداشت کے مادے سے محروم رکھا ہے یا کہیں ہائی بلڈ پریشر کے شکار ہیں کیونکہ سوائے چند با اصول سیاست دانوں کو چھوڑ کر باقی ماندہ تمام کے تمام مکے اٹھا کر پہلوانوں کی طرح میدانِ کارزار میں اپنے فن کا مظاہرہ کرنے کو پسند کرتے ہیں اور دوسری روایت جو ہماری بدقسمتی کا منہ بولتا ثبوت ہے حزب اقتدار اور حزب اختلاف کا سیاسی تصادم ہمارے ملک میں یہ روایت عام ہے کہ حزب اقتدار اور حزب اختلاف کا رویہ دو متحارب گروپوں کا سا ہوتا ہے ایک دوسرے کو نیچا دکھانے کے لئے ایسے طریقے اپنائے جاتے ہیں جو نہ صرف ملکی مسائل کے حل کی راہ میں باعث رکاوٹ بنتے ہیں بلکہ اس سے بیرونی دنیا میں ہماری جہالت اور تہذیب آشکار ہو جاتی ہے جو دنیا کے لئے جگ ہنسائی کا بہترین موقع پیدا کرتی ہے اگر موجودہ حزب اقتدار اور حزب اختلاف کے کردار کا موازنہ کریں اور ان کی کارگزاریوں پر غیر جانبدارانہ نظر ڈالیں تو جہاں حکومت داخلی اور خارجی معاملات میں کمزوری تغافل اور تساہل کا مظاہرہ کر رہی ہے وہاں حزب اختلاف کا رویہ بھی اصولِ سیاست سے قطعی مختلف ہے۔

حزب اختلاف کا رویہ سیاسی کم اور جارحانہ دہشت پسندانہ زیادہ ہے۔ اپوزیشن یا تو اختلاف کے اصولوں سے بے بہرہ ہیں یا کرسی کے چکر میں سرگرداں ہے اپوزیشن کے منفی اور تخریبی رویہ سے معلوم ہوتا ہے کہ وہ صرف حصول اقتدار کی جنگ لڑ رہی ہے کیونکہ ان کی موجودہ روش کسی بھی صورت میں ملک و قوم کے مفاد میں نہیں امن و امان کا مسئلہ جو انتہائی پیچیدہ صورتحال سے دوچار ہے اس کو صرف حکومت کے سر تھوپنا اختلاف کا بہانہ تو ہو سکتا ہے جبکہ حقیقتاً یہ ہم سب کا مشترکہ مسئلہ اور اہم ذمہ داری ہے موجودہ حالات میں جبکہ ملک و قوم کو اتحاد و اتفاق اور حزب اقتدار اور حزب اختلاف میں عوامی مسائل، امن و امان کا مسئلہ اور بالخصوص خارجہ پالیسی پر یکسانیت کی اشد ضرورت ہے اگر ملک کے گرد نظر ڈالیں تو سرحدوں پر خطرات منڈلا رہے ہیں۔ بھارت میں مسلمانوں پر شب ستم ٹوٹ رہا ہے بھارتی فوج پاک دھرتی پر اپنے ناپاک قدم رکھنے کی جسارت کر رہی ہے۔ کشمیری حریت پسندوں کی تحریک کچلنے کے لیے ہندو اپنے تمام تر وسائل بروئے کار لا رہے ہیں جو یقیناً پاکستان کے لئے ریڈ سگنل ہے کشمیری مسلمانوں کی تحریک آزادی و خود مختاری آخری مراحل میں داخل ہو چکا ہے اور اب ہمیں سیاسی چکروں سے آزاد ہو کر حریت پسندوں کی ہر ممکن تعاون کرنا چاہیئے اب اگر ہم بال کی کھال اتارنے کے درپے رہے اور سپر طاقتوں سے انصاف کی بھیک مانگتے رہے اور معاہدات کے چکروں میں پڑ کر طفل تسلیوں سے اپنے ضمیروں کو سلاتے رہے تو یہ ہمارے جذبۂ ایمانی کی کمزوری اور جہاد سے راہ فرار پر تو محمول کیا جا سکتا ہے لیکن اس کو ہوشمندی اور شعور سے حائل قرار نہیں دیا جا سکتا ہے۔

اگر اس آڑے وقت اور سنگین حالات میں سی۔او۔پی کی سرگرمیوں کا جائزہ لیا جائے تو سی او پی خواہ مخواہ امن و امان کا مسئلہ پیدا کرنے اور عوام کو ہندوؤں کی سازشوں سے بے خبر رکھنے کی کوششوں میں مگن ہے سی او پی نے سندھ اور بالخصوص کراچی میں ضیاء کی اس نشانی کو ابھی تک سینے پر سجایا ہوا ہے جو جنرل ضیاء کی مہربانیوں سے گزشتہ کئی برسوں سے بیروت کا نقشہ پیش کرتی آ رہی ہے۔ سی او پی نے یہاں پر بلا جواز ہڑتالیں کر کے اور حقوق اور مطالبات کی آڑ میں کشت و خون کا بازار گرم کر رکھا ہے اور شہری زندگی کو مفلوج کر کے ملکی معیشت کو تباہ کر رہی ہے قابل غور نکتہ یہ ہے کہ سی او پی نے کراچی کو مستقل سیاسی میدان کیوں بنایا ہوا ہے کیا بات چیت یا سیاسی فیصلے اسلام آباد، راولپنڈی یا لاہور وغیرہ میں نہیں ہو سکتے لیکن سی او پی تو "اختلاف برائے اختلاف" کی پالیسی پر عمل پیرا ہو کر حکومت کی تبدیلی کے ساتھ ساتھ عوام کی لاشوں کو پل صراط بنا کر اقتدار تک پہنچنا چاہتے ہیں آتے جاتے کراچی میں ہڑتالیں، کراچی میں جلسے جلوس کراچی میں مطالبات کی بوچھاڑ کراچی کیا کراچی اقوام متحدہ ہے لیکن وہ سمجھتے ہیں کہ کراچی ایک چنگاری کے مثل ہے جس کو صرف پھونک مار دو تو آگ خود بخود جل اٹھتی ہے جس سے اہل کراچی تو پروانوں کی طرح جلتے رہتے ہیں لیکن یہ سیاسی بازیگر صرف تماش بین کا کردار ادا کرتے ہیں یہ اسلام کے غدار اور جمہوریت کے دشمن نفرت و عداوت کے فانوس روشن کر کے شہریوں کو ایک دوسرے کے خلاف اکسا بھڑکا کر بھائی کے ہاتھوں بھائی کا خون بہا رہے ہیں یہ سب کچھ کیا ہے کیوں ہو رہا ہے کب تک ہوتا رہے گا؟ کیا اختلاف کا مطلب ملک کی جڑیں کھوکھلی کرنے کے ہیں یا ملک کو خانہ جنگی کے بحران سے دوچار کرنا ہے۔ سی او پی جواب دے کہ ۵ فروری کو ہڑتال کے نام پر جس چنگیزیت کا مظاہرہ کیا گیا کیا یہ کسی مسلمان کو زیب دیتا ہے بلکہ انت

سے انسانیت بھی معذرت خواہ ہے شہریوں کو شہید اور ظلم و بربریت کا نشانہ بنایا گیا، کیا اقتدار میں آنے کے لئے عوام کی جانوں کا نذرانہ اور صدقہ ضروری ہے۔ کیا عوام کا خون بہائے بغیر اقتدار تک پہنچنا ممکن ہے؟ کیا عوام کی لاشوں سے گزرے بغیر اسلام آباد تک پہنچ نہیں سکتے؟ اگر کوئی یہ سمجھے کہ ہم حکومت کے مخالف ہوتے ہوئے بھی حکومت کے معاون بن گئے کوئی ہم پر ابن الوقتی اور مفاد پرست ہونے کا الزام بھی عائد کرسکتا ہے لیکن یہ واضح کردینا چاہتا ہوں کہ ہم "اختلاف برائے اصلاح" کے قائل ہیں ہم اصولی اختلاف کو ذاتیات کا رنگ دیکر سیاسی بہروپیہ بننا نہیں چاہتے ہم کوئی حکومت کے دکیل صفائی کا کردار ادا نہیں کررہے، حکومت سے سی او پی سے کہیں زیادہ ہمارے اختلافات ہیں ہمارے شرعی اور اصولی اختلافات ہیں جبکہ سی او پی کے اختلافات صرف حصول اقتدار تک محدود ہیں یہی سی او پی میں شامل جماعتیں حکومتی پارٹی سے انتہائی قریب تر رہ چکے ہیں یہی ایم آر ڈی میں پیپلز پارٹی کے زیر قیادت تحریکیں چلا چکے ہیں۔ یہی نام نہاد اسلام پسند احرام جیسے مقدس لباس میں ۷۰ کلفٹن کے چکر لگا کر آنسہ بے نظیر بھٹو کی میزبانی کا شرف حاصل کرچکے ہیں۔ یہی اسلام کے چیمپین مرکزی اور صوبائی عاملہ سمیت محترمہ بے نظیر بھٹو اور نصرت بھٹو سے ملاقاتیں کرکے ذہنی وفاداری کا بار بار ثبوت دے چکے ہیں تو آج واویلا کیوں؟ اس لیے کہ صوبہ سرحد یا بلوچستان کی گورنری نہیں ملی یہ اسلام کو صرف دھوکہ فریب اور حصول اقتدار کے لیے استعمال کرتے ہیں جبکہ ان کا ذاتی کردار اسلام کے زریں اصولوں کے سراسر متضاد اور برعکس ہے

آخر میں سی او پی سے صرف اتنا عرض ہے کہ اگر انہیں ملک و قوم کا مفاد عزیز ہے تو غریب عوام کا خون بہانا چھوڑ دیں۔ ؏

شاید کہ اتر جائے تیرے دل میں میری بات

حیدرآباد

بلدیہ حیدرآباد میں جے یو پی کے تین ارکان عوام کے ستون ہیں

ایک جانب درندے بے گناہ عوام پر ظلم ڈھا رہے تھے

دوسری جانب ان کے نمائندے خاموش تماشائی بنے ہوئے تھے

امین راجپوت دیوانوں کی طرح دیواروں سے سر ٹکراتا ہے

۱۹۷۹ء کے بلدیاتی انتخابات کے بعد وجود میں آنے والی کونسل بلدیاتی انتخابات کے تیسرے عشرے کے آخری مراحل سے گزر رہی ہے، بلدیہ حیدرآباد کی کونسل مولانا وصی مظہر کے زمانے میں ایک مضبوط اپوزیشن کا سامنا تھا، بلدیاتی انتخابات کے دوسرے عشرے میں سید احد یوسف کے میئرشپ کا جب دور آیا تو اس کونسل میں کسی حزب اختلاف کا تصور تک نہیں تھا اب جبکہ بلدیہ حیدرآباد کو ایم کیو ایم حق پرست کونسلروں کا مرکز سمجھا جاتا ہے اس کونسل میں ارکان جے یو پی اس اعتبار سے دوسرا بڑا گروپ کہلانے کی حقدار ہیں کہ اسمیں جے یو پی کے مستند ۳ کونسلروں کے علاوہ تقریباً ۹ کونسلرز ایسے ہیں جنہوں نے حلف نامہ پر جے یو پی کو ٹکٹ حاصل کرنے کے لئے درخواست دی تھی اور وہ جے یو پی ہی کی حمایت سے بلدیاتی انتخابات میں کامیابی سے ہمکنار ہوئے جن میں عبدالعزیز ناغڑ، غلام سرور قریشی حکیم الدین قریشی، نذر محمد جھٹو، دلاور قریشی، عبدالمجید واحدی ننھے شاہ اور محمد مبین کے نام شامل ہیں جو بعد میں حق پرستوں کی بنچوں پر جا بیٹھے جبکہ سید عابد علی رضوی ایڈووکیٹ، عبدالرحمٰن راجپوت اور حسین بخش حسینی وہ تین مستند کونسلرز ہیں جو آج بھی بلدیہ کی کونسل میں جے یو پی کی پالیسی پر سختی سے عمل پیرا ہیں انہوں نے اپنی جمہوریت پسندی کا مظاہرہ کرتے ہوئے مورخہ ۱۴ جون کو حق پرست ارکان پر ایوان میں اسوقت بھرپور انداز میں تعمیری تنقید کی جب یہ گرفتاری کے ڈر سے مبینہ طور پر راہ فرار اختیار کر گئے حق پرست کونسلرز چیئرمین مالیاتی کمیٹی کی عدم موجودگی میں میئر نے بلدیہ کا ۱۹۹۵ء کا خسارہ بجٹ پیش کیا۔

جے یو پی کے ان ارکان نے بجٹ پر اپنی مثبت و

ے دیے کے ساتھ ساتھ بجٹ بنا ہوا ہو لیکن
میں ہی انہوں نے بجٹ اتنے خسارے کی وجہ
موجودہ حق پرست ٹیم کی نا اہلی کو قرار دیا۔ ان
شہروں میں ہونے والے سانحہ کا ذمہ دار بھی حق پرست
کو ٹھہرایا کہ ان کی سیاست میں ناتجربہ کاری
نا اہلی" ہے۔ یہی بجٹ بھی اسی ناقص پالیسی
میں بنایا گیا ہے۔ جب پالیسی کی حکمت عملی
سبب شہریان حیدرآباد کو ۲۷ اور ۲۸ مئی جیسے
سانحہ سے دوچار ہونا پڑا ہے بجٹ اجلاس
میئر کی بجٹ تقریر کے بعد بحث کا آغاز کرتے ہوئے
جے یو پی کے کونسلر عابد رضوی نے کہا کہ خطیر رقم صرف
کے حافظ مبارک علی شاہ ہسپتال میں ایک آپریشن
تھیٹر قائم کیا گیا ہے لیکن کیا فائدہ ایسے آپریشن تھیٹر
کا کہ اتنی بڑی رقم صرف کرنے کے باوجود ۲۶، ۲۷ مئی
کو قیامت کے دن لوگوں کو کوئی سہولت فراہم نہیں
کی جاسکی اسی طرح کئی قیمتی جانیں بچائی جاسکتی تھیں انہوں
نے کہا کہ جناب میئر ان مظلوموں کے خون کے آپ ذمہ دار
ہیں۔ سڑکوں کی تعمیر کونسلرز کے حلقوں اور نئی آبادی
میں ترقیاتی کام کا ذکر کرتے ہوئے حامد علی رضوی نے
کہا کہ یہ سب کچھ کاغذ پر دکھاوے کے لئے ہے بلکہ
حقیقت یہ ہے کہ آپ کے دور میں کوئی کام نہیں ہوا،
ہاں اگر کہیں ترقیاتی کام ہوئے ہیں تو وہ آپ کا اپنا یا
پرائیویٹ کا حلقہ ہے اسکے علاوہ حیدرآباد میں جو بھی
کام ہوئے گئے وہ بیوروکریسی پر پسند نا پسند کی بنیاد پر
کئے گئے ہیں انہوں نے مزید تقریر کرتے ہوئے کہا
دیکھنا یہ ہے کہ جناب آپ نے مخصوص لوگوں کو تعین کیا ہے
جو بلدیہ کے خزانے کو فائدہ پہنچانے کے بجائے اپنی جیبیں
بھر رہے ہیں اس صورت میں بجٹ میں خسارہ نہیں
ہوگا تو کیا ہوگا، انہوں نے کہا بلدیہ حیدرآباد میں جو کچھ
ہو رہا ہے وہ شہریوں پر عیاں ہے جہاں محکمہ جاتی کارکردگی
غیر تسلی بخش ہے اور بلدیہ کے اپنے وسائل بھی بدعنوانیوں
کی نذر ہوکر رہ گئے ہیں۔

جے یو پی کے ایک اور رکن بلدیہ عبدالرحمٰن راجپوت
نے جو ایوان تجارت و صنعت کی ایگزیکٹو کمیٹی کے رکن
بھی ہیں بجٹ اجلاس میں اظہار خیال کرتے ہوئے کہا
جناب میئر، قبل اس کے کہ میں بجٹ پر بات کروں
ضروری سمجھتا ہوں کہ پہلے شہری حالات کو کونسل میں
زیر بحث لایا جائے جناب والا گذشتہ چار سال سے
شہر کے عوام قتل و غارت گری، ہنگامہ آرائی کا شکار
ہیں جبکہ معاشی و اقتصادی حالت بری طرح متاثر ہوئی
ہے، ۲۷، ۲۸ مئی کو اس شہر کے ناتواں غریب لوگوں
پر جس طرح قیامت گذر گئی، شاید حق پرست
قیادت اس سے واقف نہیں ہے اور اگر بحیثیت حق
پرست آپ کو شہر کی سنگینی کا احساس ہوتا تو یقیناً
آپ پہلی فرصت میں کونسل کا ہنگامی اجلاس طلب
کرتے اور عوام کی جان و مال کی حفاظت کرنے والے
محافظوں کے گھناؤنے کردار پر عوام کے نمائندوں کے
جذبات کا اظہار کیا جاتا لیکن افسوس صد افسوس کہ
ایسا نہیں کیا جا سکا۔

رحمان راجپوت نے حق پرست کونسلر امین راجپوت
کی کوتاہی پر ایوان کی توجہ مبذول کراتے ہوئے کہا جناب
میئر شاید آپ کو بھی معلوم ہے کہ ہم جب امین راجپوت سے
ملنے جاتے ہیں تو وہ دیوانوں کی طرح دیواروں سے سر ٹکراتا
ہے اس پر جو ستم کے پہاڑ توڑے گئے ہیں اس کا
ذمہ دار کون ہے؟ کیا آپ بتلانا پسند کریں گے وہ کس
بات کی سزا بھگت رہا ہے؟ کیا یہ فادر آف سٹی ہونے
کے ناطے آپ کا فرض نہیں تھا کہ آپ حکام بالا سے
اسیر کئے جانے والے ظلم و ستم پر احتجاج کرتے، ستم ظریفی
یہ ہے کہ اب تک آپ نے استعدرت درآمیز کارروائی
کی تحقیقات کا مطالبہ تک نہیں کیا کیوں؟ پکا قلعہ اور دیگر علاقوں
میں جس انداز سے پرامن شہریوں پر گولیوں کی بوچھاڑ
کی گئی، محنت و مزدوری کرنے والے غریبوں کا تمام تر
اثاثہ لوٹا گیا، اور عزت دار گھرانوں کی عزتوں کو داغدار
کیا گیا اس حالت میں ہر شہری کی نگاہ بحیثیت فادر آف
سٹی آپ پر لگی ہوئی تھی اور اپنے نمائندوں کی طرف سے
مدد کے طلب گار تھے کہ شاید اس ظلم و ستم کو رکوائیں
مگر اس بارے میں جہاں ایک جانب درندے لوگ
بے گناہ عوام پر ظلم ڈھا رہے تھے تو دوسری طرف
ایسے نمائندے خاموش تماشائی بنے ہوئے تھے۔
آخر کیوں؟

بجٹ اجلاس میں مختص رقم میں انصاف کے
تقاضے پورے نہ کئے جانے پر احتجاج کرتے ہوئے
جے یو پی کے تیسرے رکن حسین بخش حسینی نے کہا کہ
آج خسارے کا بجٹ پیش کئے جانے کی ذمہ داری
موجودہ حق پرست انتظامیہ پر ہے جو بلدیہ کے شعبوں
کی غیر تسلی بخش کارکردگی کو درست کرنے میں قطعی طور
پر ناکام رہی، جناب میئر اگر آپ بلدیہ کے معاملات
پر کڑی نگاہ رکھتے تو بلدیہ کے شعبہ جاتی کاموں میں
بدعنوانی کا عنصر شامل نہ ہوتا اور بدعنوانی نہ ہوتی تو
آج بجٹ بھی خسارے کے بجائے بچت کا بجٹ پیش
ہوتا امن و امان کی صورتحال پر اظہار خیال کرتے ہوئے
حسین بخش حسینی نے کہا کہ جناب عالی جب پچھلے دنوں میں
لوٹ مار کا بازار گرم تھا، قاتل اپنی کارروائیوں میں
مصروف تھے دکانیں نذر آتش کی جارہی تھیں تو اس
وقت آپ کہاں تھے؟ اور اگر تھے تو آپ نے کیا کردار
ادا کیا؟ آپ نے حکام سے بات کی نہ احتجاج ستم ظریفی
یہ ہے کہ سب کچھ خاک ہو جانے کے بعد بھی آپ بے خبر
ہی رہے میں نے خود آپ کے گھر جاکر آپ کو ان حالات
سے آگاہ کرنا چاہا، لیکن ایک گھنٹہ گذر گیا مگر آپ
نے ملاقات کی زحمت گوارا نہیں کی، میں منتخب رکن تھا
کوئی دہشت گرد نہیں کہ جس سے ملاقات میں بھی آپ
خوف محسوس کریں، حسین بخش حسینی نے کہا کہ
جناب عالی بجٹ میں میرے حلقے کے لئے جو رقم مختص
کی گئی ہے وہ ناکافی ہے جان بوجھ کر اتنی کم رقم تفویض
کرنے کا کیا جواز ہے کیا اس کا مقصد یہ نہیں کہ آپ
پسند نا پسند کی بنیاد پر کام کر رہے ہیں؟

بلدیہ حیدرآباد کی موجودہ حق پرست کونسل کی
تاریخ میں تھا کہ پیپلز پارٹی، جماعت اسلامی اور
بعض آزاد ارکان پر مشتمل آزاد جمہوری گروپ ہونے
کے باوجود یہ پہلا موقع تھا کہ جے یو پی کے ان تین ارکان
نے عوام کے تین ستون ہونے کا ثبوت پیش کیا۔
اور ان ارکان کی تعمیری تنقید حق پرستوں کے لئے ایک
مثال بھی بنی ہے کہ اپوزیشن کا رول اس طرح ادا
کیا جاتا ہے۔

جیسا کہ پہلے ذکر کیا جا چکا ہے کہ بلدیہ حیدرآباد
کے دو ارکان کونسل جو بلدیاتی انتخابات میں جے
یو پی کے ٹکٹ اور جے یو پی کی حمایت سے کامیاب ہوئے
تھے لیکن جب ایم کیو ایم کا غلبہ بلدیہ پر ہوتے دیکھا
تو وہ حلف سے منحرف ہو گئے، حلف سے روگردانی
کا نتیجہ نکلا کہ ان موقع پرست کونسلروں نے جو
اقتدار کی طلب میں حق پرست بن گئے تھے، ایم کیو ایم
کو جب اپنی غلط پالیسیوں کے سبب زیر عتاب
آتے دیکھا تو خود کو حق پرست کہلانے سے کترانے
لگے مزید یہ کہ ان کونسلروں میں سے بعض نے تو از خود
اپنی غلطی کا اعتراف بھی کر لیا ہے اور وہ عوامی حلقوں
میں لوگوں سے نظریں چراتے نظر آتے ہیں، جبکہ
جے یو پی کے حقیقی ارکان کونسل آج بھی کونسل کے
اندر اور کونسل کے باہر حق نمائندگی ادا کرتے ہوئے
دکھائی دیتے ہیں جنہیں نہ کسی گرفتاری کا خوف ہے اور
نہ ہی اپنے خلاف کسی احتساب کا ڈر ہے

صدیق قریشی صابر

٭ قوم کو حکمرانوں کی نہیں خادموں کی ضرورت ہے

٭ قائد اہلسنت نے خود صلوٰۃ و سلام سامعین کے ساتھ مل کر پڑھایا

٭ نواز شریف پولیس کے گھیرے میں اور بے نظیر کمانڈوز کی نگرانی میں نکلتے ہیں!

قائد اہلسنت امام انقلاب علامہ مولانا شاہ احمد نورانی صدیقی صدر جمعیت العلمائے پاکستان ۱۱ جون کو ایک روزہ دورہ پر جب اٹک پہنچے تو لارنس پور (ہرو) پل کے مقام پر شمع رسالت کے ہزاروں پروانوں نے صاحبزادہ عبدالظاہر رضوی کی قیادت میں اپنے عظیم قائد کا شاندار استقبال کیا۔ صاحبزادہ محمد اکرم شاہ اور محمد خان لغاری بھی مولانا کے ساتھ تھے بعد ازاں معزز قائدین کو ایک بہت بڑے جلوس کی شکل میں اٹک شہر لایا گیا۔ اس موقع پر عقیدت مندوں نے پرجوش نعرے لگائے۔ اٹک پہنچتے ہی مولانا شاہ احمد نورانی نے بار ایسوسی ایشن اٹک کے وکلاء سے خطاب کرتے ہوئے کہا کہ سندھ کے حالات بے حد خراب ہیں مگر وہاں مارشل لاء کا مشورہ دینے والے قوم کے خیر خواہ نہیں۔ انہوں نے کہا کہ بھارت کے ساتھ سندھ کی سرحد فوری طور پر بند کر دی جائے۔ اور تمام ناجائز اسلحہ منظم طریقے سے اکٹھا کیا جائے۔ بعد ازاں قائد اہلسنت نے پریس کلب اٹک میں صحافیوں سے ملاقات کی اور مختلف سوالوں کے جواب میں فرمایا کہ J.U.P. کے دونوں دھڑوں کو متحد کرنے کی کوششیں جاری ہیں اور ہمیں امید ہے کہ مولانا عبدالستار خان نیازی دوبارہ ہمارے ساتھ آ ملیں گے۔ ایک سوال کے جواب میں مولانا شاہ احمد نورانی نے کہا کہ نظام مصطفیٰ کے نفاذ کے لیے تمام جماعتوں سے تعاون کے لیے تیار ہیں انہوں نے کہا کہ نظام مصطفیٰ میں عورت کی سربراہی خلاف شرع ہے لیکن آج اس کو خلاف شرع کہنے والوں نے محترمہ فاطمہ جناح کی قیادت کو جائز قرار دیا تھا۔ اس موقع پر صاحبزادہ عبدالظاہر رضوی مہتمم جامعہ قادریہ حقانیہ اٹک (صدر جے یو پی ضلع اٹک) اور صاحبزادہ محمد اکرم شاہ بھی مولانا کے ہمراہ تھے اس کے بعد مولانا شاہ احمد نورانی ایک بڑے جلوس کی شکل میں جامعہ قادریہ حقانیہ اٹک تشریف لے گئے جو کہ اہلسنت کی ضلع اٹک کی بڑی درسگاہ ہے اور صوبائی وزیر عشر و زکوٰۃ قاری سعید الرحمان نے اہلسنت سے بغض و عناد کی وجہ سے اس جامعہ کی سالانہ گرانٹ بند کرا رکھی ہے۔

شام ۴ بجے قائدین اہلسنت نے جلال سر پاک المعروف کبوتراں والی زیارت (اٹک) میں ایک تاریخی جلسہ عام سے خطاب کرنا تھا۔ ۳ بجے سے ہی جلسہ گاہ میں ہر طرف عوام کا ٹھاٹھیں مارتا سمندر نظر آ رہا تھا۔ جلسہ میں شامل ہونے کے لئے ٹیکسلا۔ واہ کینٹ۔ حسن ابدال۔ لارنس پور شکردرہ۔ سروالہ۔ شینہ باغ پنڈی گھیب۔ فتح جنگ سے لوگ بہت بڑے بڑے جلوسوں کی شکل میں جلسہ گاہ پہنچے۔

قائدین اہل سنت جب صاحبزادہ عبدالظاہر رضوی صدر جلسہ کے ساتھ جلسہ گاہ پہنچے تو حاضرین جلسہ نے پرجوش نعروں کے ساتھ قائدین کو خوش آمدید کہا۔ ان نعروں میں چند نعرے یہ ہیں۔ نہ بکنے والا نورانی۔ نہ جھکنے والا نورانی۔ ہے قائد ہمارا نورانی۔ ہر سنی کی پہچان جمعیت العلمائے پاکستان جلسہ کا آغاز تلاوت کلام پاک سے ہوا۔ بعد ازاں نعت شریف پیش کی گئی۔ سب سے پہلے ممتاز عالم دین مولانا محمد ارشاد خالق رضوی نے خطاب کیا اور شاندار الفاظ میں اپنے عظیم قائدین کو خراج تحسین پیش کیا۔ اس کے بعد خالد محمود قادری ناظم اے ٹی آئی صوبہ پنجاب نے اپنے خطاب میں کہا کہ تحریک نظام مصطفیٰ کی کشتی کو ساحل مراد تک پہنچانے کے لئے A.T.I قائد اہلسنت شاہ احمد نورانی کی قیادت میں اپنی منزل کی جانب رواں دواں ہے۔ اے ٹی آئی کے مرکزی صدر مختار الحق صدیقی نے بھی جلسہ سے خطاب فرمایا۔

سردار محمد خان لغاری سیکرٹری جنرل J.U.P. صوبہ پنجاب نے کہا کہ آئی جے آئی اور پی پی پی اسلام سے مخلص نہیں ہیں آئی جے آئی ضیاء کے آمرانہ دور سے مختلف صورتوں میں ہم پر مسلط ہے یہی ٹولہ اہلسنت کے خلاف سازشوں میں مصروف ہے اور نواز شریف کی قیادت میں جماعت اسلامی اور دیوبندی متحد ہو کر اہل سنت کے خلاف ہر حربہ استعمال کر رہے ہیں۔ صلوٰۃ و سلام پڑھنے والوں پر ان کے غنڈے گولیاں برسا رہے ہیں آج تک حافظ محمد افضل کے قاتل گرفتار نہ ہوئے۔ ڈھوک گاماں ضلع اٹک کی جامع مسجد کو قاری سعید الرحمن صوبائی وزیر عشر و زکوٰۃ کے ایماء پر تالا لگا دیا گیا ہے نواز شریف کا یہ لادین وزیر اہل سنت کے مخالفین کی ضلع اٹک میں پشت پناہی کر رہا ہے۔ مگر اب نواز شریف اور اس کے حمایتی ٹولے کے دن گنے جا چکے ہیں۔ آج پاکستان بھر کے مسلمان مولانا شاہ احمد نورانی کی قیادت میں متحد ہو چکے ہیں۔ جو لوگ نواز شریف کے قدموں میں بیٹھ کر خیر خواہی تلاش کر رہے ہیں وہی اہل سنت کے اصلی دشمن ہیں۔

صاحبزادہ محمد اکرم شاہ ڈپٹی سیکرٹری جے یو پی نے کہا تحریک پاکستان میں آئی جے آئی اور پی پی پی والوں کا کوئی کردار نہیں جماعت اسلامی کا کردار تحریک پاکستان کے وقت جو تھا وہ سب کے سامنے ہے انہوں نے قائداعظم کو کافر اعظم کہا پاکستان کی مخالفت کرنے والے آج اس کے وارث بن بیٹھے ہیں۔ پاکستان تو اہل سنت کی قربانیوں اور اولیائے کرام کی نظروں کا فیضان ہے آج آئی جے آئی والے غنڈے مسلم لیگ کا نام لے کر سیاسی دکانیں چمکا رہے ہیں اگر یہ واقعی مسلم لیگی ہیں تو ایم کیو ایم سے کیوں اتفاق کیا۔ یہ بھی سندھی بلوچی پنجابی اور پٹھان کی بات کرتے ہیں اس وقت اقتدار پاکستان اور اسلام کے دشمنوں کے ہاتھوں میں ہے مگر اہل سنت زندہ ہیں اور آج نواز شریف کا ٹاؤٹ وزیر سعید الرحمن جماعت اہل سنت کی مساجد کو تالے لگوا رہا ہے۔ اس موقع پر قاری ٹولے ہائے ہائے کے نعرے لگے۔ انہوں نے ضلع اٹک کی مقامی انتظامیہ کو خبردار کیا کہ اگر اس نے کسی مخصوص لادین ٹولے کی نمائندگی کی تو عوام کے ہاتھ انتظامیہ کے گریبان پر ہوں گے۔ انہوں نے مقامی انتظامیہ سے کہا کہ ڈھوک گاماں کی جامع مسجد کا تالا فوری طور پر کھولا جائے۔ انہوں نے کملی والے کے غلاموں سے اپیل کی آئندہ گستاخ رسول کو ووٹ نہ دیں بلکہ اہل سنت کے

نمائندوں کو منتخب کریں تاکہ ان کے حقوق کا تحفظ ہو سکے آخر میں جب قائد اہلسنت علامہ شاہ احمد نورانی خطاب کے لئے آئے۔ حاضرین جلسہ اور جماعت اہلسنت کی مختلف تنظیموں۔ سنی فورس۔ اے۔ ٹی۔ آئی۔ انجمن سپاہ مصطفیٰ۔ انجمن نوجوانان اسلام کے سینکڑوں نوجوانوں نے پر جوش نعروں سے اپنے عظیم قائد کو کھڑے ہو کر خوش آمدید کیا۔ مولانا شاہ احمد نورانی نے اپنے خطاب میں فرمایا کہ پاکستان اس وقت مشکل حالات سے گزر رہا ہے پاکستان کو بھارت اور افغانستان کی جانب سے سخت خطرہ ہے کشمیری تحریک آزادی زوروں پر ہے اور بھارت ہم سے اس کا بدلہ لینا چاہتا ہے۔ کشمیری انشاء اللہ بہت جلد آزاد ہوں گے۔ کراچی اور حیدرآباد میں مسلمان مسلمان کا خون بہا رہا ہے۔ مگر کوئی یہ نہیں کہتا کہ مسلمان مر رہا ہے بلکہ کہتے ہیں کہ پنجابی پٹھان بلوچی مہاجر مر رہے ہیں ہم نے اپنا اسلامی تشخص ختم کر دیا ہے اسلام اور پاکستان کے دشمن قومیتوں کے نام پر پاکستان کو تقسیم کرنا چاہتے ہیں کاش ہم اس عظیم ملک کی قدر کریں۔ زبان کا رشتہ کوئی رشتہ نہیں ہے اصل رشتہ مسلمانی اور غلامیٔ مصطفیٰ کا رشتہ ہے جب بنگالیوں نے کہا کہ ہم بنگالی ہیں تو بنگلہ دیش بن گیا۔ آج اگر قومیت کے جھگڑے ختم نہ ہوئے تو خدانخواستہ پاکستان کی تقسیم کو کوئی نہ روک سکے گا۔ ہم نے جیسے متحد ہو کر پاکستان بنایا تھا اسی طرح ہم نے نبی کے جھنڈے تلے متحد ہو کر اسے بچانا ہے۔ یہی جمعیت العلمائے پاکستان کا پیغام ہے ہم نے نہ سینیٹ کی سیٹوں کی خاطر اصولوں سے سمجھوتہ کیا ہے اور نہ ہی مارشل لاء والوں کے آمرانہ دور میں ان کا ساتھ دیا۔ مارشل لاء نے مسلمانوں کو قومیتوں میں تقسیم کیا۔ آج قوم وہی فصل کاٹ رہی ہے مسلمان مسلمان کے خون سے ہولی کھیل رہا ہے قوم کو اس وقت قومی یکجہتی کی ضرورت ہے۔ اور نظام مصطفیٰ نافذ کرنے والی حکومت کی ضرورت ہے۔ انہوں نے کہا کہ پی پی اور آئی جے آئی دونوں کھوٹے سکے ہیں جنہیں اسلام سے کوئی دلچسپی نہیں اور آئی جے آئی والے ضیاء کی باقیات ہیں انہوں نے کہا کہ نواز شریف پولیس کے گھیرے میں اور بے نظیر کمانڈوز کی نگرانی میں سڑکوں پر نکلتے ہیں ایسے لگتا ہے جیسے ڈاکوؤں کو پولیس پکڑ کر لے جا رہی ہے۔ قوم کو حکمرانوں کی نہیں خادموں کی ضرورت ہے یہ نقشہ نظام مصطفیٰ کا نقشہ نہیں ہے مرکز اور صوبائی حکومتیں عوام کے مسائل حل کرنے میں مکمل طور پر ناکام ہو چکی ہیں۔ ہر طرف مہنگائی کا دور دورہ ہے۔ عوام پس رہے ہیں۔ آخر میں صدر جلسہ صاحبزادہ عبدالظاہر رضوی نے دعا کرائی اور قائد اہلسنت نے خود صلوٰۃ و سلام سامعین کے ساتھ مل کر پڑھا جبکہ اسٹیج سیکرٹری کے فرائض حافظ شیر احمد نے سرانجام دیئے

پشاور

نمائندہ احوال

○ صوبہ سرحد میں ریکارڈ عیدیں

○ نوجوان صحافی کا قتل

صوبہ سرحد میں اس مرتبہ ریکارڈ عیدیں منائی گئیں اس سلسلہ میں حکومت کا رویہ انتہائی غیر سنجیدہ اور عجیب و غریب ہے۔ افغان مہاجرین نے ۲ جولائی بروز سوموار عید منائی جب کہ پشاور صوابی مردان چارسدہ نوشہرہ میں ۳ جولائی بروز منگل عید منائی گئی اور صوبہ سرحد کے گورنر امیر گلستان جنجوعہ اور اسپیکر سرحد اسمبلی بیرسٹر مسعود کوثر کے علاوہ اہم شخصیات نے صوبائی دارالحکومت میں ۳ جولائی کو عید منائی۔ لیکن اہل حدیث اہل تشیع نے ۳ جولائی کو عید نہیں منائی اسی طرح ڈیرہ اسماعیل خان سوات دیر چترال اور ہزارہ ڈویژن میں بھی ۳ جولائی کو عید نہیں منائی گئی۔ پشاور میں جمعیت علماء اسلام فضل الرحمٰن گروپ کے صوبائی امیر مولانا سید محمد ایوب جان کی صدارت میں منعقدہ اجلاس میں ۳ جولائی کو عید منانے کا فیصلہ ہوا لیکن اسی جماعت کے ڈیرہ اسماعیل خان کے راہنما اور سرحد اسمبلی کے رکن مفتی عبدالقدوس نے اس فیصلہ کو تسلیم نہیں کیا اور انہوں نے ۴ جولائی کو عید منائی۔ گزشتہ عید الفطر پر بھی صوبہ سرحد اور ملک میں علیحدہ علیحدہ عید منائی گئی حالانکہ پہلی مرتبہ رمضان المبارک کا آغاز ایک ساتھ صوبہ سرحد اور ملک کے دیگر حصوں میں ہوا تھا۔ لیکن موجودہ صورت حال نے لوگوں میں مایوسی اور بددلی پیدا کر دی ہے۔ اگر یہی صورت حال جاری رہی تو عوام کی پریشانیوں میں مزید اضافہ ہوگا۔ حکومت کو اس معاملہ کا سختی سے نوٹس لینا چاہئے۔ مرکز میں بھی پی پی پی کی حکومت ہے اور صوبہ سرحد میں بھی پی پی پی کی حکومت ہے تو کیا وجہ ہے کہ یہ حکومتیں اس معاملہ کو خوش اسلوبی سے حل نہیں کر تیں وفاقی اور صوبائی وزراء مذہبی امور کی شہرت پہلے ہی عوام میں خاصی اچھی نہیں ہے ان پر آئے دن الزامات عائد ہوتے رہتے ہیں اور ان وزراء کی محکمہ کی کارکردگی اور دیگر مسائل کو خوش اسلوبی سے حل کرنے کے بجائے دوسرے "زرداری مارکہ" معاملات میں زیادہ توجہ دینے سے ملک میں ایک نیا مسئلہ پیدا ہو گیا ہے جو کہ یقینی طور پر قومی یکجہتی کے لئے نقصان دہ ہے۔

صوبہ سرحد کے نوجوان صحافی منصور خان کو نامعلوم افراد نے انتہائی افسوسناک طریقے سے ______ انہیں ۲۶ اور ۲۷ جون کی درمیانی شب کو یونیورسٹی میں پوسٹل کالونی میں ان کے گھر میں داخل ہو کر تیزاب ڈال کر ان کے چہرہ اور جسم کو خراب کر دیا۔ منصور خان کو حیات شہید ٹیچنگ اسپتال میں داخل کیا گیا اور یہ معاملہ اے این پی کے ڈپٹی پارلیمانی لیڈر عبدالرزاق خان نے سرحد اسمبلی میں بھی اٹھایا۔ بیگم نسیم ولی خان نے بھی اس پر اظہار خیال کیا جس کے جواب میں صوبائی وزیر محمد ایوب تنولی نے یقین دلایا کہ حکومت مجرموں کو جلد از جلد گرفتار کر کے انہیں قرار واقعی سزا دے گی اور صحافی کا علاج بہتر طریقے سے کرایا جائے گا۔ صوبہ سرحد کے وزیر اعلیٰ جو کہ علاج کے سلسلے میں لندن گئے ہوئے تھے نے وہاں سے منصور خان کے علاج کے لئے سوا دو لاکھ روپے دینے کے احکامات دیئے جس پر کمشنر پشاور ڈویژن اعجاز رحیم خان نے منصور خان کے والد کو وہ رقم ادا کی۔ وزیر اعظم محترمہ بے نظیر بھٹو نے بھی اس واقعہ کا سختی سے نوٹس لیا۔ ان کی جانب سے ان کے پریس سیکرٹری کامران شفیع پشاور اسپتال آئے اور انہوں نے وزیر اعظم کی طرف سے پھولوں کا گلدستہ اور ۲۵ ہزار روپے علاج معالجہ کے لئے منصور خان کو پیش کئے منصور خان علاج کے لئے لندن روانگی سے چند منٹ قبل اسلام آباد کے بین الاقوامی ہوائی اڈہ پر انتقال کر گئے انہیں ان کے آبائی گاؤں ترناب ضلع چارسدہ میں سپرد خاک کر دیا گیا۔ ان کی وفات سے صحافتی حلقوں میں خوف و ہراس پھیل گیا کیونکہ سندھ میں صحافیوں کے قتل عام کے بعد صوبہ سرحد میں جو سلسلہ شروع ہو گیا ہے وہ انتہائی خوفناک ہے یہاں پر آئے دن صحافیوں کو سخت قسم کی دھمکیاں ملتی رہتی ہیں۔ اور اگر اس کیس کا فیصلہ نہ ہوا تو یہ صورت حال آزادی صحافت کے لئے ایک خطرہ ثابت ہوگی۔

کیفیت | میری عمر ۲۲ سال ہے۔ [illegible] جماعت
کا طالب علم ہوں۔ [illegible] کی شکایت میں مبتلا ہوں
جب بھی کھانا کھاتا ہوں [illegible] ازراہ کرم
کوئی نسخہ تجویز کیجئے۔ (سلیم [illegible] حیدرآباد)

مشورہ | آپ نے علامات تفصیل سے نہیں لکھیں جس سے مکمل
تشخیص ہو سکے اور پتہ چلے آپ کے پیٹ [illegible] کے اسباب
کیا ہیں۔ [illegible]
[illegible] مناسب ہے کہ آپ [illegible]
[illegible]
عمل جاری رہے۔ غذا میں گوشت کا کثرت استعمال بھی اس مرض
میں نقصان دہ ہے۔ گرم اور زیادہ مسالے دار چیزیں استعمال نہ
کریں۔ آپ کا معدہ کے لئے [illegible] بالخصوص ایسی چیزیں
[illegible] وغیرہ زیادہ سے
زیادہ کھائیں [illegible] معدہ کی
اصلاح کے لئے بہت سے اجزا شامل ہوتے ہیں۔ [illegible]
وٹامن [illegible] اچھی مقدار میں ہوتے ہیں۔ یہ تو آپ
جانتے ہی ہوں گے کہ [illegible] صحت کے لئے ضروری ہے اور آپ
کو اچھی کھانے اور پینے کے [illegible]
[illegible] اور صحت کے لئے مفید غذا ہی کھائیں۔ [illegible]
[illegible] ایک ایسی مفید چیز ہے جس
سے [illegible] معدہ اور جگر کو فائدہ پہنچتا ہے [illegible]
[illegible] کو طاقت پہنچتی ہے اور جسم کو
مناسب مقدار میں [illegible] مل جاتی ہے۔ دوائی مشورہ
کے لئے مناسب ہے کہ آپ "حب کبد نوشادری" صبح و شام
کھانے کے بعد ۲-۲ عدد کھائیں۔ اس سے جگر کا فعل
صحیح ہو جائے گا۔

کیفیت | مجھے تقریباً دو سال سے خارش ہے اور عجیب قسم کی
خارش ہے سردی کے موسم میں زیادہ ہو جاتی ہے [illegible]
کے موسم میں رہتی ہے لیکن [illegible] ہو جاتا ہے بہت علاج
ہوا لیکن فائدہ نہ ہونے کے برابر ہے کوئی اچھا نسخہ
تجویز کیجئے۔ ([illegible] حسین۔ ملتان)

مشورہ | خارش کے متعدد اسباب ہیں [illegible]
صفائی [illegible] ہے [illegible]
ہے جسم کی صفائی [illegible] ہیں۔ اطباء [illegible] کے مطابق
خارش [illegible] بالعموم خون کی خرابی سے پیدا ہوتی ہے، خون میں
[illegible] مادے شامل ہو جاتے ہیں [illegible]
[illegible] کی طرف پھینک دیتی ہے۔ جو خارش
[illegible] پھنسیوں کی شکل میں [illegible] ظاہر ہوتے
ہیں۔ [illegible] جراثیم کی پیدائش کو اس
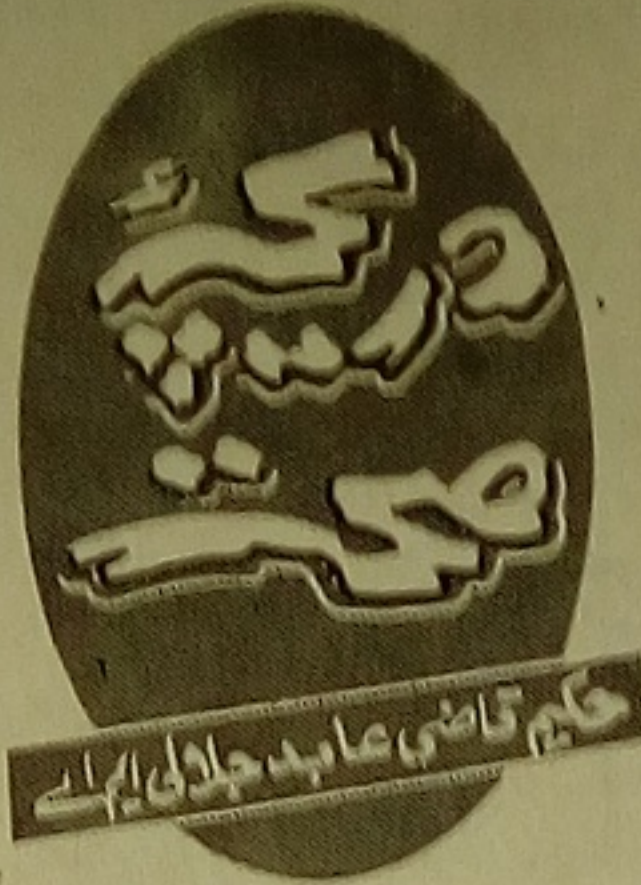
کا سبب بتاتے ہیں۔ اس تکلیف دہ مرض سے مکمل نجات
کے لئے اندرونی اور بیرونی دونوں علاج ضروری ہیں اور غذا کا
بھی خیال رکھنا لازمی ہے اندرونی طور پر مصفیات خون
دوائیں استعمال کرنی چاہئیں۔ آج کل تقریباً تمام دیسی
دوا ساز اداروں نے کوئی نہ کوئی مصفی خون شربت بنالیا ہے۔
اور وہ شربت اس مقصد کے لئے مفید بھی ہیں۔ بہتر ہے
کہ آپ قرابادینی مرکب "شربت مصفی خون" کسی معتبر دواخانہ
سے خریدیں اور صبح دوپہر شام ۲-۲ چمچے استعمال کریں۔
غذائی پرہیز کے لئے ضروری ہے کہ گوشت کا استعمال
کچھ دنوں کے لئے بالکل چھوڑ دیں اور ترشیاں بھی اس
مرض میں نقصان دہ ہوتی ہیں۔ ان سے بھی پرہیز کریں
عناب ۵ دانے، گل منڈی ۵ گرام، برہم ڈنڈی ۵ گرام رات کو ایک کپ
گرم پانی میں بھگوئیں اور صبح نقل ہوا پانی حسب ذائقہ شکر ملا کر
استعمال کریں۔ بیرونی استعمال کے لئے ایسے صابن
سے غسل کریں جن میں گندھک شامل ہو۔

کیفیت | مجھے نیند کم آنے کی شکایت ہے۔ رات بھر کروٹیں
بدلتے گذرتی ہے، بڑی مشکل سے صبح اذان
سے کچھ دیر پہلے نیند آتی ہے۔ نیند کی کمی کی وجہ سے
بڑا پریشان ہوں، بظاہر تندرست ہوں، کوئی قلبی
مرض بھی نہیں ہے، ازراہ کرم ایسی ہدایات تجویز
فرمادیجئے کہ رات کو عمدہ اور تسکین بخش نیند آسکے۔
(حفیظ احمد۔ کراچی)

مشورہ | دور حاضر کی ذہنی پریشانیوں اور دباؤ کی
کیفیات نے اکثر اس لوگوں کی نیند پر اچاٹ کردی
ہیں وہ دن بھر معاشرے میں پھیلی ہوئی خرابیوں پر غور
کرتے ہیں اور رات میں جب آرام کرنے کا وقت ہوتا
ہے تو دن بھر کی ذہنی الجھنیں پہاڑ بن کر ان کے سامنے
آجاتی ہے اور نتیجتاً ان کی نیند ختم ہو جاتی ہے یا بالکل
رہ جاتی ہے۔ اس کا صحیح علاج تو اطمینان قلبی ہے
اور جس کے لئے اللہ پر مکمل ایمان اور ذکر الٰہی ضروری
قرار دیا ہے۔ اس ایک کامل نسخہ سے ہزاروں پریشانیوں
کا خاتمہ ہو جاتا ہے اور انسان مطمئن و مسرور، ذکر الٰہی
سے مدد الٰہی شامل حال ہو کر انسان کی جسمانی اور روحانی
امراض کے لئے سامان شفا بن جاتی ہے، تحقیقات جدید
بھی یہ ثابت کرتی ہیں کہ ذہنی سکون کے لئے عبادت الٰہی
سے بہتر کوئی چیز نہیں ہے، درج ذیل ہدایات پر بھی عمل
کریں، انشاء اللہ تعالیٰ اچھی اور پرسکون نیند آئے گی۔

۱۔ کمرے کی کھڑکیاں کھول دیں تاکہ تازہ ہوا کا گذر ہو سکے
۲۔ خالی معدہ نہ سویا جائے۔ رات کا کھانا لازمی ہے
اگر ایک گلاس دودھ نوش جان کرلیں تو بہتر ہے۔
۳۔ رات کا کھانا زود ہضم ہونا ضروری ہے۔ ثقیل و تیز
مرچوں والا کھانا نقصان دہ ہے۔
۴۔ روزمرہ ہلکی ورزش اور چہل قدمی کیجئے۔
۵۔ سونے سے پہلے دلچسپ اور اچھی کتب کا مطالعہ
کیجئے تاکہ آپ کے ذہن کا تناؤ اور تھکن دور ہو سکے۔
۶۔ خواب آور دواؤں کے استعمال سے بچئے ورنہ عادت
پیدا ہو جائے گی۔
۷۔ سونے سے پہلے "چہار مغز" بقدر ۱ تولہ چبا چبا کر
کھا لیجئے۔ یہ غذائی علاج ہے اور مفید ہے۔

کیفیت | میری عمر ۱۵ سال ہے۔ میرا چہرہ گندمی رنگ کا ہے
میں رنگ گورا کرنا چاہتی ہوں۔ ایک بڑی بی نے مجھے
گھیکوار کے گودہ کو چہرہ پر لگانے کے لئے کہا ہے ازراہ
کرم گھیکوار کے خواص پر کچھ روشنی ڈالئے۔
(سلمیٰ امتیاز۔ حیدرآباد)

مشورہ | طبی کتب میں گھیکوار کے متعدد فوائد لکھے ہیں
یہ پودا جدید تحقیقات طبی کا موضوع بھی ہے۔ آج کل
ماہرین نباتات اس پر کثیر تجربات کر رہے ہیں، خصوصاً مغربی
دنیا کے محققین کی توجہ کا مرکز ہے۔ اس پودے کے لعاب میں
رنگ نکھارنے کی صلاحیت پائی جاتی ہے اسے چہرہ پر
لگا کر ۱۵-۲۰ منٹ بعد صاف اور ٹھنڈے پانی سے چہرہ
دھو لینا چاہئے۔ مداومت سے ضرور فائدہ ہوگا۔ اس
کثیر الفوائد نباتات کے موٹے پتوں میں سوراخ کرنے سے
زرد رنگ کا لعاب دار مادہ نکلتا ہے اسے خشک کر کے
پانی میں پیس کر لگایا جائے تو درد سر کو آرام ہوتا ہے۔
حلوہ گھیکوار سردیوں کی اچھی مقوی دوا نیز غذا بھی ہے۔
بالعموم ضعیف لوگ اس حلوے کو بہت پسند کرتے ہیں آج

باقی صفحہ ۵۰ پر

مسلم خواتین

حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا

(آر۔ اے۔ طاہر)

حضرت خدیجہؓ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی سب سے پہلی بیوی ہیں۔ آپ بڑی نیک اور دین دار خاتون تھیں ایک دفعہ پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم نے ان سے فرمایا کہ حضرت جبرائیل علیہ السلام خدائے تعالیٰ کا سلام تمہارے پاس لائے ہیں اور آپ نے یہ بھی فرمایا کہ تمام دنیا کی بیبیوں میں سب سے اچھی چار بیبیاں ہیں۔ ایک حضرت خدیجہؓ حضرت مریمؑ۔ حضرت آسیہؓ (فرعون کی بیوی) حضرت فاطمہؓ اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو جب کبھی کافروں کے برتاؤ سے پریشانی ہوتی تو آپؐ حضرت خدیجہؓ سے آکر اپنی پریشانی کا ذکر کرتے تھے تو یہ کوئی ایسی تسلی کی بات کہہ دیتیں کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی پریشانی جاتی رہتی اور آپ کو ان کا اس قدر خیال رہتا تھا کہ ان کے انتقال کے بعد میں بھی اگر کوئی بکری وغیرہ ذبح کرتے تو ان کی سہیلیوں کو بھی ضرور گوشت بھیجتے حضرت خدیجہؓ مسلمان عورتوں میں سے اللہ اور رسولؐ کے نزدیک اپنی تابعداری کی وجہ سے ہی قدر و منزلت رکھتی تھیں۔ ہماری آج کی مسلم عورت کو بھی پوری کوشش کرنی چاہئے کہ وہ اپنے خاوند کی پریشانی کو دیکھتے ہوئے حتی الوسیع اس کی دلجوئی اور تسلی دینے میں اپنا بھرپور کردار ادا کریں۔ کیونکہ نیک خصلت عورت کبھی بھی اپنے خاوند کو پریشان نہیں دیکھ سکتی۔

کی غذائی اہمیت

غذائی نقطہ نظر سے انڈا ایک بہترین چیز ہے۔ یہ مختصر جامع اور مفید غذا ہے۔ مختلف اجزا کا مرکب ہے اس میں پائے جانے والے غذائی اجزاء جسمانی بالیدگی کی صحت کے لئے ضروری ہیں۔ دور حاضر میں مرغی کے انڈے بکثرت کھائے جاتے ہیں لیکن بعض غذائی محققین کے نزدیک بطخ کے انڈے میں غذائی خواص زیادہ ہوتے ہیں۔ انڈا ہمیشہ تازہ کھایا جائے۔ باسی انڈا دیر ہضم اور نظام ہاضمہ کے لئے نقصان دہ ہے۔ انڈے کی زردی سفیدی میں دھاتوں اور دوسرے مفید غذائی اجزا بھی پائے جاتے ہیں مثلاً پوٹاشیم، سوڈیم، چونا، لوہے کا آکسائیڈ، میگنیشیم، فاسفورس وغیرہ کی مناسب مقدار شامل ہے۔ انڈا دماغی نشوونما کے لئے ضروری غذا ہے بچوں کی خوراک میں اسے ضرور شامل رکھنا چاہئے اس کی اہمیت کی وجہ یہ بھی ہے کہ اس میں امینو ایسڈز دھاتی نمک اور حیاتین اے اور ڈی کی کافی مقدار ہوتی ہے ذیابیطس کے مریضوں کو اپنی غذا میں انڈے ضرور شامل کرنے چاہئیں قلت خون کو دور کرنے کے لئے بھی انڈا اچھی غذا ہے۔ تپ دق کے کمزور مریضوں کو انڈے کی سفیدی یا البیومن دیا جاتا ہے۔ یہ ہمارے ملک کی خوش نصیبی ہے کہ اس زرعی ملک میں قدرت نے ہمیں بکثرت انڈے سستے داموں مہیا کر رکھے ہیں ضرورت ہے کہ اس کی حیات بخشی اور صحت افزائی کے مدنظر غذا میں اس کو خاص حیثیت دی جائے لیکن یہ ضروری ہے کہ انسان، اپنی خوراک میں اعتدال کا دامن ہاتھ سے نہ جانے دے۔ تجربہ یہی کہتا ہے کہ سخت موسم گرما میں طبعاً گرم مزاج کے حامل بعض افراد کو انڈا نقصان بھی دے جاتا ہے لیکن انڈے سے پہنچنے والے معمولی مضرت کو دودھ نوش جان کرکے ختم کیا جا سکتا ہے۔ ویسے بھی انڈے اور دودھ کا اکٹھا استعمال ہماری غذائی عادتوں میں شامل ہے۔

غزل

سیما مونی (لیاقت آباد کراچی)

میں خواب بن کے اسے نیند میں دکھائی دوں
وہ میرا قرب جو چاہے تو میں جدائی دوں

کچھ اسطرح مجھے چاہے کہ ہر گھڑی اس کو
میں دھڑکنوں کی طرح قلب میں سنائی دوں

تڑپ تڑپ کے مجھے مانگتا رہے مجھ سے
سوائے اپنے میں ساری اسے خدائی دوں

تمام عمر تڑپتا رہے وہ میری طرح
میں بار بار اسے کرب انتہائی دوں

میں جانتی ہوں کہ جلنا پڑے گا مجھکو بھی
سزا کے طور پر جو میں اسے تنہائی دوں

کتاب کھول کے بیٹھے تو میرا چہرہ ہو
میں ورق ورق میں سیما اسے دکھائی دوں

"چندے کی اپیل"

عبدالقیوم فتح محمد قریشی (ابیلی)

ایک پادری نے چرچ کے دوران یتیموں اور بیواؤں کے لیے چندے کی اپیل کی اور کہا کہ بے شک وہ لوگ جو یتیم اور بیوائیں ہیں چندہ نہ دیں۔

اگلے چرچ میں اس پادری نے کہا: "مجھے بڑے افسوس اور دکھ کے ساتھ یہ اعلان کرنا پڑ رہا ہے کہ دوسری جنگ عظیم میں بھی اتنے بیوائیں اور یتیم نہ ہوئے تھے جتنا میرے چندے کی اپیل سے ہو گئے۔"

احوال آنکہ

ہمیں اکثر قارئین کے خطوط آتے رہتے تھے جن میں ایک کمی کو نہ صرف محسوس بلکہ اس کی ڈیمانڈ بھی کی جاتی تھی وہ یہ تھی کہ "احوال" میں "خواتین کا صفحہ"۔ تو ہم نے اب سے خواتین کے لئے "احوال خانہ" کے نام سے صفحہ شروع کیا ہے جس میں خواتین اپنی مختلف سرگرمیوں کی رپورٹیں، دینی اور اصلاحی مضامین اور گھریلو آرٹیکلز کے علاوہ کھانے پکانے کی ترکیبیں، پسندیدہ اشعار، چٹکلے وغیرہ ارسال کر سکتی ہیں۔ ہمیں امید ہے کہ بہنیں اپنے اس صفحہ کو بہتر سے بہتر بنانے کیلئے اپنی تحریروں اور مشوروں سے ضرور نوازیں گی۔

والسلام، انچارج "احوال خانہ"

ہفت روزہ "احوال" ۶۱۲ یونی شاپنگ سینٹر صدر کراچی۔

بقیہ:- ورلڈ کپ

جرمنی کی ٹیم کی کامیابی پر بے حد خوش تھے اور اس کامیابی کے بعد جرمنی، برازیل اور اٹلی کی صف میں شامل ہو گیا ہے جنہوں نے تین مرتبہ عالمی چیمپئن ہونے کا اعزاز حاصل کیا۔ یاد رہے کہ جرمنی گذشتہ دو ورلڈ کپ کے فائنل کھیلنے کا بھی اعزاز حاصل کر چکی ہے مگر اس مرتبہ محنت کے ساتھ ساتھ قسمت نے بھی جرمنی کا بھرپور ساتھ دیا۔

بقیہ:- لاتعلق کے اعلانات

اتفاق مسجد کے خطیب سید ریاض حسین شاہ کا نام بھی علماء و مشائخ سپریم کونسل میں شامل کیا گیا لیکن ان کے ساتھیوں کے بقول وہ بھی آج تک کسی اجلاس میں شامل نہیں ہوئے ان کا نام نیازی گروپ کے ساتھ خود بخود استعمال کیا جا رہا ہے جس پر وہ کافی خفا ہیں۔ یاد رہے مولانا غلام علی اوکاڑوی مولانا خدا بخش اظہر شجاع آبادی اور کئی نامور پہلے ہی نیازی گروپ سے لاتعلق کا اعلان کر چکے ہیں اور اپنے بیانات میں کہہ چکے ہیں کہ ہم گروپ بندی کے حامی نہیں ہم اتحاد اہلسنت کے حق میں ہیں جمعیت کو دو ٹکڑوں میں تقسیم کرانے کے سب سے بڑے حامی مفتی محمد حسین نعیمی نے بھی نیازی گروپ میں شمولیت کا اعلان نہیں کیا وہ بدستور مدح ابل دول میں مصروف ہیں۔ موجودہ دور کے سیاستدانوں سے بھی زیادہ ہوشیار واقع ہوئے ہیں کہ وہ نواز شریف کی اتنی ہی حمایت کرتے ہیں جتنی نقد خدمت ہو جائے جامعہ نظامیہ اور تنظیم المدارس پر مسلط مفتی عبدالقیوم ہزاروی جو نیازی گروپ کا اجلاس ہو یا نواز شریف شہباز شریف کی کوئی میٹنگ وغیرہ ہو سونا تو ڑتی کو گالیاں دینے کا کوئی موقع ہاتھ سے نہیں جانے دیتے۔ وہ بھی نیازی گروپ کے لئے عملاً کچھ کرنے کو تیار نہیں ہیں۔ اور معلوم ہوا ہے کہ نیازی صاحب کے بعض فیصلوں پر اپنے دوستوں کے سامنے ناراضگی کا اظہار کرتے ہوئے کئی دفعہ کہہ بیٹھے ہیں کہ "یہ نیازی ہمیں بھی لے ڈوبے گا۔ عوام بھی ان کا انجام دیکھنے کے منتظر ہیں کہ یہ مفتی اہلسنت اور قائد اہلسنت کی دشمنی میں کہاں تک جاتے ہیں۔ (بشکریہ ندائے ملت)

بقیہ:- ویڈیو فلمیں

کم از کم اس سماجی برائی کی روک تھام کے لیے تو مختلف نمائندے اور دیگر سماجی اور فلاحی تنظیمیں اپنا اثر و رسوخ (اگر کوئی ہو) تو استعمال کر سکتی ہیں۔ آخر میں ہم اخبارات اور رسائل کی انتظامیہ سے بھی یہ اپیل کریں گے کہ وہ بھارتی اداکاروں اور ویڈیو فلموں کی تصاویر اور فیچرز وغیرہ کی اشاعت سے گریز فرمائیں کیونکہ جتنی اہمیت آپ ان بھارتی فنکاروں کو دیتے ہیں اس کا سواں حصہ بھی بھارتی جرائد ہمارے فنکاروں کو نہیں دیتے۔

بقیہ:- بجٹ اور سرکاری ملازمین

حکومت سے یہ توقع تھی کہ حکومت ان کی تنخواہوں کے اسکیل پر نظرثانی کرے گی۔ لیکن سرکاری ملازمین کی انجمنوں اور ایسوسی ایشنوں کے مطالبات صدا بصحرا ثابت ہوئے اور سرکاری ملازمین کو صرف دس فیصد عبوری امداد پر ٹرخا دیا گیا اس کو سرکاری ملازمین کے ساتھ ایک مذاق ہی گردانا جا سکتا ہے۔ اگر اس بجٹ سے ہونے والی گرانی اور اضافی اخراجات کو نظرانداز بھی کر دیا جائے تو مہنگائی کے پہلے ہی بڑھتے ہوئے مگرمچھ کے آگے یہ رائی کے دانے کے برابر ہے حال ہی میں ٹرانسپورٹ کے کرایوں میں اضافہ اس دس فیصد عبوری امداد کو برابر کر دیتا ہے۔ اگر صرف کھانے پینے کی اوسط درجے کی ضروری اشیاء، گیس، بجلی اور صابن وغیرہ کے اخراجات کا تخمینہ لگایا جائے تو سات افراد کے ایک خاندان کا ماہانہ خرچ ۳۵۰۰ روپے بنتا ہے۔ اندازہ لگایا جا سکتا ہے کہ صرف ۱۱۰۰ سے ۱۵۰۰ روپے تک تنخواہ پانے والے سرکاری ملازمین کس کسمپرسی کی زندگی گزار رہے ہیں۔ جب کہ کھانے پینے کے علاوہ دیگر سماجی ذمہ داریوں کا نبھانا بھی ضروری ہوتا ہے۔

خزانے کے مشیر جناب وی۔ اے جعفری اور محترمہ وزیراعظم بے نظیر بھٹو صاحبہ کا عوام کو دال اور آلو کھانے کا مشورہ دینا اس لئے بھی مناسب نہیں کہ وہ عوامی وزیراعظم ہیں۔ اور عوامی راہنما کا عوام کو آلو اور دال کھانے کا مشورہ دینا عوام کو غربت کا احساس دلاتا ہے۔ بلکہ ان کی غربت کا مذاق اڑانا بھی ہے کیا وی اے جعفری بتائیں گے کہ روزانہ آلو اور اس مخصوص دال پر گذارہ کیا جا سکتا ہے جو سستی بھی نہیں ہے اور پھر ضروریات زندگی میں آلو اور دال کے علاوہ بھی بہت سی اشیاء ہیں۔ جن کے دام آسمان سے باتیں کر رہے ہیں۔ شاید مشیر مالیات کے علم میں نہیں ہے کہ دالیں اتنی بھی سستی نہیں ہیں۔ مورخہ جولائی

کے روزنامہ "نوائے وقت" نے خبر دی ہے کہ "سبزیوں کی قیمت میں پانچ سو فیصد کا اضافہ ہو گیا"

اگرچہ بجٹ پر کوئی قابل ذکر تنقیدی پہلو نہیں نکلتا اور اس کا اندازہ اس بات سے بھی لگایا جا سکتا ہے کہ اپوزیشن نے رائے عامہ کو بجٹ کے خلاف ہموار کر کے حکومت کو پچھاڑنے کا پورا پورا پروگرام ترتیب دیا ہوا تھا لیکن "الٹی ہو گئیں سب تدبیریں" کے مصداق وہ اس میں ناکام رہی تاہم بقول مولانا شاہ احمد نورانی کے اسے عوامی یا جمہوری بجٹ قرار نہیں دیا جا سکتا۔ کیونکہ عوام کی مشکلات میں اس بجٹ سے کوئی کمی واقع نہیں ہوئی ہمیں امید ہے کہ عوامی حکومت عوام کے معاشی مسائل کا صحیح اور حقیقت پسندانہ حل تجویز کرے گی اور خصوصاً سرکاری ملازمین کے پے اسکیل پر نظرثانی کرے گی۔ سرکاری ملازمین کی مختلف انجمنوں کا یہ مطالبہ حق بجانب ہے کہ کم از کم تنخواہ ایک تولہ سونے کی قیمت کے برابر مقرر کی جائے۔

حکومت کو اپنے اخراجات پورے کرنے کے لئے بجائے اس کے کہ غریب عوام کا خون چوسے کسٹمز ڈیوٹی اور ٹیکس کی وصولی کے نظام کو بہتر سے بہتر بنانے کی سعی کرے بجلی کی چوری کا سدباب کرے کیونکہ ہزاروں روپے رشوت کے عوض لاکھوں روپے کی بجلی چوری کر لی جاتی ہے حکومت کو بیوروکریسی کی گرفت سے آزاد ہونا چاہئے ورنہ بیوروکریسی حکومت اور عوام کے درمیان بُعد پیدا کئے رکھتی ہے۔ اس کا نتیجہ یہ ہوتا ہے کہ حکومت عوام کے مسائل سے آگاہ نہ ہونے کی وجہ سے انہیں حل کرنے میں ناکام رہتی ہے اور بالآخر خود ناکام ہو جاتی ہے اور بیوروکریسی ہمیشہ کی طرح اپنے مشن میں کامیاب رہتی ہے۔

بقیہ:- دریچہ صحت

کل دیسی دواخانے اور حلوہ ساز ادارے اس کی تجارت بھی کر رہے ہیں اس حلوہ کے کھانے سے جوڑوں کے درد کم ہو جاتے ہیں۔ زخم اور خراش کو مندمل کرنے کے لئے بھی اس کے تیل کا رس لگانا اچھی دوا ہے۔ اس کے رس میں روئی بھگو کر دکھتی داڑھ یا دانت میں لگانے سے درد کو فوراً آرام ہو جاتا ہے۔ بعض بچوں کے دانت بڑی تکلیف سے نکلتے ہیں ان کے مسوڑھوں پر اس لعاب دار پانی کے خشک سفوف کو (جسے ایلوا کہتے ہیں اور جو بازار سے با آسانی مل جاتا ہے) ملنے سے تکلیف کم ہو جاتی ہے۔ یہ سفوف کم مقدار میں ملنا چاہئے۔ کیونکہ یہ تلخ ہوتا ہے۔ نزلے کے بڑھے ہوئے پیٹ کو کم کرنے کے لئے اس کے گودے کا ایک انچ ٹکڑا صبح نہار منہ کھانا اچھے نتائج پیدا کرتا ہے۔

AHWAL Weekly Regd. NO M-476. JULY 19 to 25 1990.